کرمی دارالکتب کراچی

اصلاحی دروس

اللهم

بارک علی محمد و علی آل محمد

کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم

انک حمید مجید

بسلسلہ مشکوٰۃ نبوتؐ

اصلاحی دروس

(جلد چہارم)

افادات

پیر طریقت و رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الوقت قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی
جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230
0333-2124384

بسلسلہ مشکوٰۃ نبوت

اصلاحی دروس (جلد چہارم)

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد المؤمنین قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرمی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

نام کتاب:۔ اصلاحی دروس (جلد چہارم)

افادات حضرت مولانا عبد الواحد صاحب دامت برکاتہم

ترتیب و تزئین حضرت مولانا مفتی عاصم عبد اللہ صاحب

باہتمام:۔ عاصم برادران سلمہم الرحمٰن

صفحات:۔ 336

سن طباعت:۔ مارچ 2018

تعداد:۔ 1,100

قیمت:۔

کمپوزنگ: عمار حمید

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

asim@JamiaHammadia.com

www.JamiaHammadia.com

اجمالی فہرست

اصلاحی دروس

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے شکر گزار ہوں اپنے پروردگار کا کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے والد ماجد حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس اللہ سرہ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا حماد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ وبانی ومہتمم جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی) کے بیانات جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں، رسائل کی شکل میں شائع ہورہے ہیں۔ اب ان رسائل کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اس کی جلد چہارم آپ کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور نافع بنائے۔

پھر میں خصوصی شکر گزار ہوں استاد العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس سرہ) کا جنہوں نے اس کام میں میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور ہر موقع پر مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ کو تادیر ہمارے اوپر قائم رکھے آمین،

آخر میں اپنے ان محبین ومخلصین دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی طور پر شریک ہوئے اور میرے ساتھی ومعاون بنے، اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اوران کے اموال میں برکت عطا فرمائے۔

محتاج دعا: عاصم عبداللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

استغفار کے فوائد و برکات

اَچھّے اَخلاق اپنائیے

جمعہ کی اہمیت فضیلت آداب اور معمولات

تواضع وانکساری کے فوائد وبرکات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دل کی بات

عاصم عبداللہ بن حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میرے والد ماجد حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس اللہ سرہ ملک اور بیرون ملک کی ایک جانی پہچانی علمی اور روحانی شخصیت تھے، اور ملک کی مشہور دینی درسگاہ ''جامعہ حمادیہ'' شاہ فیصل کالونی کراچی کے بانی ومہتمم کے علاوہ کئی مدارس ومساجد کے سرپرست بھی رہے بحمداللہ اہل علم میں ایک خاص مقام تھا۔

حضرت والد صاحبؒ کا شمار شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد خاص اور قطب الاقطاب حضرت حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز اور اخص الخاص خلفاء میں ہوتا ہے۔

حضرت والد صاحبؒ جب تک اس دنیاء فانی میں رہے تواضع اور اخفاء کے ساتھ رہے لیکن اس کے باوجود کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے عزت، شہرت اور مقبولیت کی بلندیوں پر فائز فرمایا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو درس قرآن اور درس حدیث اور دیگر اصلاحی موضوعات

پر بیان کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا، آپ کا یہ بیان جامعہ حمادیہ میں ہو یا جامع مسجد حفیظیہ میں یا علاقے اور شہر کی کسی مسجد میں ہو، یا کسی عام جگہ پر ہو لوگ دور دور سے ان بیانات کو سننے کیلئے آتے تھے۔

آپ کے یہ بیانات عوام اور خواص دونوں کے لئے تریاق ثابت ہوا ہے اور اس سے سینکڑوں لوگوں کی زندگی میں نمایاں تبدیلیاں آئیں جن کے چہروں پر داڑھیاں نہ تھیں انہوں نے سنت کے مطابق داڑھی رکھ لی اور حرام آمدن والوں نے حلال ذرائع آمدن اپنا لئے، جن کا گھریلو ماحول بے دینی کا تھا، انہوں نے اپنے گھروں میں دینی ماحول پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی اور اپنے بچوں کو دینی تعلیم و تربیت دینی شروع کر دی۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی بات سننے والوں کے دل میں اترتی چلی جاتی تھی سننے والا اپنے اندر ایمانی حلاوت محسوس کرتا تھا حضرت والد صاحبؒ کے بیانات میں جو تاثیر تھی اور جو خیر و برکت تھی اسکی ایک وجہ تو حضرت والد صاحبؒ کی للہیت اور خلوص تھا اور دوسری وجہ الفاظ میں نہ کوئی تصنع اور نہ کوئی بناوٹ سہل ترین الفاظ آپکے بیانات کا حصہ ہوتے تھے۔

بعض احباب حضرتؒ کی ان تقاریر کو کیسٹ میں محفوظ کر کے مستفید ہوتے رہے الحمد للہ ان کیسٹوں کا خاطر خواہ ذخیرہ محفوظ ہے، جسے

کمپیوٹر میں بھی محفوظ کیا جاچکا ہے، اوراب بحمد اللہ اصلاح وتربیت کا یہ عظیم خزانہ کاغذوں پر بھی منتقل کیا جارہا ہے۔

جب یہ تحریری افادات سینکڑوں صفحات میں محفوظ ہوگئے تو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے بہت سے قریبی احباب نے بااصرار مشورہ دیا کہ ان افادات کو جومختلف موضوعات پر ہیں عنوانات کے تحت مرتب کرکے رسائل کی صورت میں شائع کیا جائے، تاکہ ان کا فائدہ عوام الناس کو پہنچے، مجھے انکی رائے بہت پسند آئی، پھر اس پر دلجمعی کے ساتھ کام شروع کردیا گیا۔

بحمد اللہ ہر سال تقریباً پانچ سے چھ کتابچے تیار ہوکر چھپ کر منظر عام پر آجاتے ہیں، متعدد کتابچے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں اول تا آخر خود ملاحظہ فرمائے، خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا، دل سے پرخلوص دعاؤں سے نوازا، وہی دعائیں آج میری زندگی کا اثاثہ ہیں۔

فی الحال حضرت نور اللہ مرقدہ کے درسِ حدیث کے سلسلے "مشکوۃ نبوت" کو جو ماہنامہ الحماد میں ہر ماہ شائع ہوتا رہا موضوع کی مناسبت سے "کریمی دارالکتب" کی طرف سے اِسے کتابچے شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ بحمد اللہ اب تک تین درجن سے زائد کتابچے شائع ہوچکے ہیں جو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

اب محبین ومخلصین کے اصرار پر ان مطبوعہ رسائل کے مجموعہ کو کتابی شکل میں بنام ''اصلاحی دروس'' شائع کر رہے ہیں، بحمد اللہ تین جلدیں شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں، اور اب اس کی جلد چہارم پیشِ خدمت ہے۔ پانچویں جلد کے لئے بھی کام شروع کر دیا گیا ہے۔ جس کی تکمیل کیلئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ امت کو اس مفید سلسلے سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونیکی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری مغفرت ونجات اور حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کے بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے اور صدق واخلاص کے ساتھ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عاصم عبداللہ

استاد ومفتی جامعہ حمادیہ کراچی

۱۸ر جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ

مطابق ۰۶ر مارچ ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ تحریر

استاذ العلماء والمشائخ، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ باب الاسلام ٹھٹہ سندھ

خلیفہ مجاز

حضرت اقدس، ولی کامل، پیر طریقت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً

امابعد!

ہمارے شیخ، مرشد الامہ، مصلح الکل، فنافی اللہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت اقدس مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ونور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت، کتاب وسنت کی اتباع واطاعت علوم دینیہ کی نشر واشاعت اور اصلاح امت کے لیے وقف تھی۔ سفر میں، حضر میں، مسجد میں، دفتر میں، گھر میں، عوام

میں،خواص میں ،خلوت میں،جلوت میں الغرض ہرحال و ہرمقام پر کتاب وسنت پر عمل خلقت الٰہی کی کتاب وسنت کی طرف رہنمائی دین کی نشرواشاعت اورقرآن وحدیث کی تفسیرتشریح وتوضیح آپؒ کامحبوب وحسین شغل تھا. شہرت جاہ، ریا اور دکھلاوے سے شدید نفرت اور گمنامی تواضع ،انکساری سے رغبت کی وجہ سے آپؒ کے فیض ومعرفت کوعام کرنا اورمشہور کرنا آپؒ کی حیات طیبہ میں محال وناممکن اقدام تھا۔

آپؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب زیدمجدھم وبورک فی عِلمھم وَعملم استاذ ومفتی جامعہ حمادیہ (جوعلم وعمل میں آپؒ کی ہو بہوتصویراور آپؒ کی حسن تربیت کے حسین شگوفے ، ونمونے ہیں۔آپؒ کے شرعی وقانونی وارث وجانشین ہیں) نے 1995ء سے آپؒ کی مشروط ومحدوداجازت کے ساتھ آپؒ کے درس قرآن درسِ حدیث ،جمعے کے بیانات اوراصلاحی مجالس کے مواعظ وتقاریر کومحفوظ کرنے اورمضامین کے شکل میں ماہنامہ الحماد ،اورمستقل رسائل کی زینت بنانے کے کارخیرکا آغاز فرمایا۔حضرتؒ نے محتاط طریقہ سے بذات خودنظرثانی فرمانے کے بعد شہرت سے نفرت اورریاکے خوف سے محدود حدمیں اجازت عنایت فرمائی،حضرتؒ کےوصال کے بعدمکمل اتفاق ومشاورت

اور میرے شدید اصرار کے تحت حضرت مفتی صاحب زید مجدھم کو آپؒ کی مسند خلافت تفویض ہوئی اس کے بعد سے ہر ملاقات میں حضرت مفتی صاحب پر یہ بارگراں اور یہ ذمہ داری ان کے دوش پر ڈالنے کی تاکید کرتا رہا ہوں کہ آپ نے حضرتؒ کے علوم و فیوض کو جاری وساری رکھنا ہے اور جو سلسلہ 1995ء میں سنبھالا اور شروع کیا اسے کما حقہ حیاً ومیتاً باقی رکھنا ہے۔

سلسلے کے تمام معمولات اور حضرتؒ کی حیات کے تمام مشاغل و فیوضات کی بھاری ذمہ داری کے ساتھ آپؒ کے فیوض وعلوم کی امت میں نشر واشاعت میں پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر قدم اٹھانا ہے اور آگے بڑھتے جانا ہے۔ ہماری دعائیں، محنتیں، وسائل اور مشورے آپ کے ہمقدم ہونگے ان شاءاللہ تعالیٰ

انتہائی خوشی ومسرت اور حمد وشکر کا مقام ہے کہ حضرت مفتی صاحب زید فضلہم نے سلسلے کے معمولات کو کما حقہ جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت اقدسؒ کے علوم وفیوض کے سلسلہ درسِ حدیث بعنوان ''مشکوٰۃ نبوت'' کے متعدد کتب ورسائل کو حتمی طباعتی مراحل میں لے آئے ہیں۔ الحمدللہ! اس وقت تک سلسلہ مشکوٰۃ نبوت کی دو جلدیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ کتب ورسائل چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں۔

اب حضرت مفتی صاحب زید فضلہم انہیں مطبوعہ رسائل مجموعہ کو کتابی شکل میں اصلاحی دروس کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ بحمداللہ امسال گزشتہ اصلاحی دروس کی پہلی اور دوسری جلد شائع ہوچکی ہے، جو عوام وخواص کے حلقوں میں بہت مقبول ہوئیں۔

پہلی جلد میں حضرت قدس اللہ سرہ کے درج ذیل دروس حدیث شامل ہیں۔

(۱) ایمان زندگی کے لئے ناگزیر ضرورت

(۲) ایمان کامل کے تقاضے

(۳) رمضان المبارک کی اہمیت، آداب ومعمولات

(۴) تجلیاتِ ذکر

(۵) دُعا، دنیاوآخرت کی کامیابی کا زینہ ہے

اور

دوسری جلد یں جلد میں درج ذیل دروسِ حدیث ہیں۔

(۱) معاشرت زندگی کے سنہرے اصول

(۲) بدامنی اور خون ریزی اسلام کی روشنی میں

(۳) اسلام اور عدل وانصاف

(۴) دنیا کی حقیقت اور اعمال کی ضرورت

(۵) اسلام کے معاشرتی حقوق

(۶) درود شریف کے فضائل و برکات

اوراب حضرت مفتی صاحب زید فضلہم بحمداللہ اصلاحی دروس کی تیسری اور چوتھی جلد ہدیہ قارئین کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو خوب خوب جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

(۱) اتباع سنت اور راہِ نجات

(۲) اتباع سنت اور صحابہ کرامؓ

(۳) اسلامی آدابِ زندگی

(۴) معاشرتی زندگی کے اسلامی آداب

(۵) عظمتِ قرآن اور آدابِ تلاوت

چوتھی جلد حضرت والاؒ کے درج ذیل دروس پر مشتمل ہے۔

(۱) گناہوں سے توبہ کیجئے

(۲) استغفار کے فوائد و برکات

(۳) اچھے اخلاق اپنائیے

(۴) جمعہ کی اہمیت، فضیلت آداب اور معمولات

(۵) تواضع وانکساری کے فوائد و برکات

اللہ تعالیٰ حضرت والا قدس اللہ سرہ کے قیمتی دروس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہماری دعا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے جانشین وخلیفہ مجاز کی حیثیت سے حضرت مفتی صاحب کے علم وعمل اورصلاحیتوں میں ترقی نصیب فرمائے۔

اللهم وفقه لماتحب وترضىٰ من القول والفعل والعمل والنية والاخلاص.

محمد ابراہیم عفی اللہ عنہ

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث ومہتمم
جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ
۱۸؍جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ
بمطابق ۰۶؍مارچ ۲۰۱۸ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض احوال وتاثرات

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی ومہتمم جامعہ حمّادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
(جو حضرتؒ نے اپنی زندگی میں تحریر فرمایا تھا)

اللہ جل شانہٗ کا فضل وکرم، انعام اور احسانِ عظیم ہے کہ اُس ذاتِ عالی نے بچپن سے دینی ماحول، اور ایمانی مراکز سے میرا رشتہ ناطہ جوڑا، غربت میں رکھا، غریب الوطنی میں پھینکا، تن من دھن کی آسائشوں سے دور رہا مگر علمِ دین اور دولت ایمان سے آباد جھونپڑی نما خانقاہوں اور مراکزِ تعلیم سے وابستہ رکھا۔ جہاں مادّی وسائل اور آسائشیں نہ ہونے کے باوجود روحانی خوشحالی، سکون اور طمانینت کی وہ دولت میسر تھی جس کے لئے دنیا کے عظیم بادشاہ بھی ترستے اور تڑپتے چلے گئے۔

(والحمدللّٰہ علی ذالک)

دارالعلوم دیوبند سے علمی سفر طے کرتے ہوئے جب ارضِ پاک میں داخل ہوا تو صوبہ سندھ کے ایک دورافتادہ، پسماندہ، گمنام بلکہ بے نام علاقہ ھالیجی شریف کے مقام پر قطب الاقطاب ولی کامل، جنیدِ دوران حضرت

مولانا حماد اللہ ھالیجوی قدس اللہ سرّہ العزیز کی قدموں میں جگہ ملی۔ جہاں کے چشمۂ فیض سے سیرابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس قابل بنادیا کہ اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی دین کی خدمت اور دینی تعلیمات کی اشاعت کے لئے وقف ہوگئی۔

الحمدللہ زندگی کے اس دورانیئے میں جامع مسجد حفیظیہ میں درسِ قرآن و درسِ حدیث اور اصلاحی مجلسوں اور نماز جمعہ سے قبل بیان کا سلسلہ اس کے علاوہ جامعہ حمادیہ اور علاقے کی دیگر مساجد میں بھی یہ تمام سلسلے جاری رہے، جسے بعض مخلص احباب نے اسے ٹیپ کیا اور پھر ان ٹیپ شدہ تقریروں اور بیانات کو قلم بند کروایا ،اور پھر جب سے جامعہ حمادیہ کا ترجمان ''ماہنامہ الحماد'' کا اجرا ہوا تقریباً دو عشروں سے ماہنامہ الحماد کے صفحات پر ان دروس کو مستقل طور پر درسِ قرآن کو (نور ہدایت) اور درسِ حدیث کو (مشکوٰۃ نبوت) کے عنوان سے شائع کیا جارہا ہے۔

اور اب ضرورت اور اسکی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے برخوردار مفتی عاصم عبداللہ سلمہ استاذ و مفتی جامعہ حمادیہ و دیگر متعلقین نے ''الحماد'' کے صفحات پر شائع شدہ ان مضامین کو کتابچے کی شکل میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے کئی کتابچے شائع ہوکر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں جو میری نظروں سے بھی گزرے ہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ماشاء اللہ

برخورداراور انکے معاونین نے بڑی محنت کی ہے اوران مضامین میں ذیلی عنوانات لگا کر اسکی افادیت کو بڑھادیا ہے مقصود فائدہ اور استفادہ ہے ، مجھے اورشایع کنندگان کودین کی تبلیغ اورنشرواشاعت کا فائدہ ملے گا اور پڑھنے اور مستفید ہونے والوں کواپنی زندگی دین وشریعت کے مطابق ڈھالنےاوراللہ کی رضا حاصل کرنے کا عظیم ثمرہ حاصل ہوگا!

دعا ہے کہ جیسا کہا ہے اورنیت کی ہے اللہ تعالیٰ ایسا ہی معاملہ فرمادیں اور ہم سب کواپنی رضااوراخروی سرخروئی کی دولت مرحمت فرمادیں، اوراللہ تعالیٰ اسے پوری امت کیلئے نافع بنادیں اوراسے شرف قبولیت سے نوازیں۔(آمین یارب العالمین۔)

وصلی اللہ علی نبیه خاتم النبین

عبدالواحد

انتساب

اُن عظیم مشفق ومُربی ہستیوں کے نام جو تصوف وسلوک، طریقت وراہِ معرفت، عبدیت وانابت، اہتمام سنت واطاعت، اصلاح ظاہر وباطن، بے نفسی وفنائیت، اخلاص کامل وللّٰہیت، تفویض وتوکل، عشق رسول ﷺ کے پیکرِ مجسم اور اکابرین علماءِ دیوبند کے مسلک اعتدال کی زبانِ ترجمان تھے، یعنی

شیخ العرب والعجم، سیّدی وسندی

حضرت مولانا **حسین احمد مدنی** نوّر اللہ مرقدہٗ

اور مرشدی ومولائی ولی کامل

قطبُ الاقطاب حضرت مولانا

حمّادُاللہ ہالیجوی

رحمهم الله رحمةً واسعةً

گناہوں سے توبہ کیجئے

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد المومنین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

نزع کی کیفیت تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے

وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. (مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ)

"اور ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ (اپنے گناہ کا ندامت و شرمندگی کے ساتھ) اعتراف کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للّٰہِ نحمدہ علٰی ما انعم وعلّمنا ما لم نعلم والصّلٰوۃ علٰی افضل الرسل واکرم. وعلی آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم. اما بعد!

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ط عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ.

(سورہ تحریم: ۸)

''اے ایمان والوتم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو ممکن ہے تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں پہنچادے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔''

توبہ کا صلہ مغفرت و جنت کی صورت میں

عام انسان گناہ و عصیان کا پتلا ہے، انبیاء علیہم السلام کی شخصیات معصوم ہیں ان سے گناہ کا صادر ہونا محال ہے، مگر عام انسان

خطاء اور نسیان میں مبتلا ہوتا رہتا ہے، گناہ ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، مگر گناہ پر قائم رہنا اور اس پر اصرار کرنا باعث تعجب بھی ہے اور قابل رحم بھی۔

گناہ کا تعلق چونکہ بندے سے ہے اور بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس بات کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ اے انسان اگر تجھ سے گناہ ہو گیا ہے اور تجھے اس پر دل سے شرمندگی ہے تو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میرے دروازے پر آکر گناہوں کی معافی مانگنا تیرا کام ہے اور گناہوں کو معاف کرنا میرا کام ہے!

چنانچہ قرآن مجید میں بار بار اس بات کی طرف انسان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ اگر تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ کی درخواست دائر کردو۔ اس کے دربار عالیہ سے یقیناً تمہیں بخشش، مغفرت اور معافی کا پروانہ مل جائے گا۔

فائدہ

اس آیت کریمہ میں سچی توبہ کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی بتلایا گیا ہے؟ کہ سچی توبہ کا صلہ یہ دیا جائے گا۔

(۱) يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ.

''تمہارے گناہ بھی مٹادیئے جائیں گے!''

(۲) وَيُدْخِلُكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰر.

''اور تمہیں داخل کریں گے ایسے باغات میں جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی۔''

یعنی اگر تم آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرتے ہو تو نہ صرف تمہارے موجودہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے، بلکہ ماضی کے گناہوں کو بھی یکسر مٹادیا جائے گا۔ یہ خداوند قدوس کا اتنا بڑا انعام ہے جو ہر انسان کو گناہوں سے معافی مانگنے کے بعد عطا کیا جاتا ہے۔

گناہ گارو اللہ کی بارگاہ میں چلے آؤ

یہ عجیب بات ہے کہ اگر کسی انسان نے کسی انسان کے بارے میں کوئی غلطی کی ہو یا کوئی جرم کیا ہو تو وہ انسان اپنے مجرم کو تلاش کرتا پھرتا ہے اور تھانے میں رپورٹ کرتا ہے کہ اس کو پکڑا جائے، وہ میرا مجرم ہے، اس نے میرے ساتھ فلاں زیادتی کی ہے اور فلاں جرم کیا ہے۔ نمبر دار اس مجرم کو پکڑنے کے لئے کوشش کرتا ہے۔ پولیس اس کے پکڑنے کے لئے جگہ جگہ چھاپے مارتی ہے، مگر قربان جاؤں اس ذات غفور رحیم کے کہ

وہ اپنے مجرموں کو اعلان کر کے بلاتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ:

''اے گناہ گارو! اور اے مجرمو! اگر تم سے جرم ہو گیا ہے اور اگر تم سے گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے تو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے آجاؤ، میرے دروازے پر میرا دروازہ سنبھال لو۔ میری چوکھٹ پر جھک جاؤ۔ میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ یعنی انسان اپنے مجرم کو سزا دے کر راضی ہوتا ہے اور رحمان اپنے مجرم کو رہائی دے کر خوش ہوتا ہے۔''

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ :

وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ . (سورہ نور: ۳۱)

''اے ایمان دارو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، (یعنی توبہ کرو معافی چاہو) تاکہ تم نجات پا جاؤ۔''

گویا کہ راہ نجات اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے میں ہے، توبہ کرنے میں ہے اور ہمہ وقت اس کی ذات گرامی کی طرف رجوع کرنے میں ہے۔

توبہ کرنے والا خدا کا پسندیدہ ہے

قرآن مجید میں ایک مقام پر توبہ کرنے والوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کی تحسین کی گئی ہے اور انہیں بشارت دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ :

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ.(التوبہ: ۱۱۱)

”وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تلقین کرنے والے اور بری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے اور ایسے مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے“۔

اس آیت کریمہ میں ”التائبون“ کو مقدم کر کے دراصل توبہ کرنے والوں کی صفت حمیدہ کا تذکرہ کیا گیا ہے، یہ صفت خداوند قدوس کو بہت ہی پسند ہے۔

توبہ کی برکت

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان عبدا اذنب ذنبًا فقال رب أذنبت فاغفرہ فقال ربہ اعلم عبدی ان لہ ربا یغفر الذنب ویاخذ بہ غفرت لعبدی ثم مکث ماشاء اللّٰہ ثم اذنب ذنبا قال رب اذنبت ذنبا فاغفرہ فقال اعلم عبدی اَن لہ ربا یغفر الذنب و یاخذ بہ غفرت لعبدی ثم مکث ماشاء اللّٰہ ثم اذنب ذنبا قال رب اذنبت ذنبًا آخر فاغفرہ لی فقال اعلم عبدی ان لہ ربا یغفر الذنب ویاخذ بہ غفرت لعبدی فلیفعل ماشاء.(مشکوٰۃ)

''حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک بندے نے گناہ کیا اور پھر کہنے لگا اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فرشتوں سے) کیا

میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو
(جس کو چاہتا اور جب چاہتا ہے) اس کے گناہ بخشتا
ہے اور اس کے گناہ پر مواخذہ کرتا ہے (تو جان لو) میں
نے اپنے بندہ کو بخش دیا وہ بندہ اس مدت تک کہ اللہ
نے چاہا (گناہ کرنے سے) باز رہا۔ اس کے بعد اس
نے پھر گناہ کیا اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں
نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو بخش دے اللہ تعالیٰ
نے فرشتوں سے فرمایا کہ کیا یہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ
اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اس پر
مواخذہ کرتا ہے میں نے اس بندہ کو بخش دیا وہ بندہ اس
مدت تک کہ اللہ نے چاہا گناہ سے باز رہا اور اس کے
بعد پھر اس نے گناہ کیا اور عرض کیا کہ اے میرے
پروردگار میں نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو بخش
دے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ کیا میرا بندہ یہ
جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ بخشتا ہے اور
اس پر مواخذہ کرتا ہے میں نے اس بندہ کو بخش دیا پس
جب (تک وہ استغفار کرتا رہے) جو چاہے کرے۔"

فائدہ

اللہ اکبر! کیا شانِ کریمی ہے! یہ نہیں فرمایا کہ: میں دو بار اس کو معاف کر چکا ہوں، لیکن یہ پھر گناہ کرتا ہے، تیسری بار پھر معافی مانگنے آیا ہے، اب اس کو معاف نہیں کروں گا۔

نہیں، بلکہ اس کے بجائے یہ فرمایا کہ: میرا بندہ جتنی بار بھی گناہ کرے میں معاف کرتا جاؤں گا۔

قربان جایئے اس رحمت اور اس شان کریمی پر یہ مطلب نہیں کہ آئندہ گناہ تو کرتا رہے لیکن توبہ نہ کرے تو تب بھی معافی کا وعدہ ہے، نہیں، بلکہ یہ مطلب ہے کہ سو مرتبہ بھی گناہ کر کے آئے اور معافی کا طالب ہو، تب بھی میں معاف کرتا رہوں گا، گویا اس حدیث میں گناہ کرتے رہنے کی چھوٹ نہیں دی گئی، بلکہ بار بار توبہ کی ترغیب دی گئی ہے، کہ خواہ کتنی ہی بار توبہ ٹوٹ گئی ہو تب بھی بندہ مایوس نہ ہو، بلکہ فوراً توبہ کی تجدید کر کے معافی کا مستحق ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے

وَعَنْ اَنَسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَلّٰہُ اَشَدُّ

فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ
كَانَتْ رَاحِلَتُهٗ بِاَرْضٍ فُلاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْه وَعَلَيْهَا
طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً
فاضطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا قَد اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَمَا
هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةٌ عِنْدَهٗ فَاَخَذَ
بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ
عَبْدِىْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

''اور حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص سے جو اس کے سامنے توبہ کرتا ہے اتنا زیادہ خوش ہوتا ہے کہ جتنا تم میں سے وہ شخص بھی خوش نہیں ہوتا جس کی سواری بیچ جنگل بیابان میں ہو اور پھر وہ جاتی رہی ہو (یعنی گم ہو گئی ہو) اور اس سواری پر اس کا کھانا بھی ہو اور پانی بھی، اور وہ (اس کو تلاش کرنے کے بعد) ناامید ہو جائے اور ایک درخت کے پاس آکر اپنی سواری سے ناامیدی کی حالت میں (انتہائی مغموم و پریشان) لیٹ جائے اور

پھر اسی حالت میں اچانک وہ اپنی سواری کو اپنے پاس
کھڑے ہوئے دیکھ لے۔ چنانچہ وہ اس سواری کی مہار
پکڑ کر انتہائی خوشی میں (جذبات سے مغلوب ہو کر) یہ
کہہ بیٹھے: ''اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب
ہوں'' مارے خوشی کی زیادتی کے اس کی زبان سے یہ غلط
الفاظ نکل جائیں۔''

فائدہ

یعنی اس شخص کو اصل میں کہنا تو یہ تھا کہ: اے اللہ! تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔

مگر انتہائی خوشی کی وجہ سے شدت جذبات سے مغلوب اور مدہوش ہو کر یہ کہنے کی بجائے یہ کہہ بیٹھا ہے کہ: اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔

اس ارشاد کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور اس کی توبہ کو قبول فرما کر اپنی رحمت سے نواز دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس خوشی کو اس شخص کی خوشی کے ساتھ مشابہت دی جس کی سواری جنگل بیابان میں گم ہو جائے اور پھر اچانک اُسے مل جائے۔

حضرت نصوح رحمۃ اللہ علیہ کی سچی توبہ کا واقعہ

مثنوی شریف جو وعظ و نصیحت کی مشہور کتاب ہے، اس میں مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے جو نصوح نامی تھا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں جب اپنے گناہوں کی صدقِ دل سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف کر کے اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے، چنانچہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''ایک شخص جس کا نام نصوح تھا وہ ایک بادشاہ کے ہاں ملازم تھا اس کی آواز اور شکل وصورت عورتوں جیسی تھی، اس لئے اس نے عورتوں کا سا لباس پہن کر بادشاہ کے گھر میں ملازمہ کی حیثیت سے نوکری کر لی۔ عورتوں کے ساتھ گھل مل کر وہ بدکردار ہوگیا اور گناہ کی زندگی گزارنے لگا۔ بارہا توبہ کرتا رہا مگر پھر توبہ توڑ دیتا اور گناہ میں مبتلا ہوجاتا۔ ایک دن زنان خانہ میں ایک بیش قیمت موتی گم ہوگیا۔ تلاش بسیار کے باوجود وہ موتی نہ ملا تو بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ مستورات کی جامہ تلاشی لی جائے اور تمام کپڑے اتار کر ان کی مکمل تلاشی ہوگی۔

اس آواز سے نصوح پر لرزہ طاری ہوگیا کیونکہ یہ دراصل مرد تھا،

عورت کے بھیس میں عرصے سے خادمہ بنا ہوا تھا، اس کے خوف کے مارے رونگٹے کھڑے ہوگئے کہ بادشاہ کو آج میرا علم ہوگیا تو وہ مجھے اپنی عزت و ناموس کے لئے قتل کرادے گا، کیونکہ اس کا جرم نہایت سنگین ہے، اس لئے نصوح فوراً خلوت میں چلا گیا اور مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگا۔''

مولانا فرماتے ہیں کہ :

آن نصوح از ترس شد در خلوتے
روئے زرد و لب کبود از خشیتے

''یہ نصوح خوف کے مارے خلوت میں چلا گیا اور
ہیبت سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے ہو رہے تھے۔''

پیش چشم خویش او مے دید مرگ
سخت مے لرزید او مانند برگ

''نصوح موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور پتے کی
طرح اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا۔''

سجدہ میں گر گیا

جب اس شخص پر خوف کی یہ حالت طاری ہوگئی تو کانپتے ہوئے

اس غفور الرحیم کے دروازے پر گیا جو اپنے گناہ گار بندوں کے عیب چھپاتا ہے اور اپنے دروازے پر جھکنے کی توفیق عطا فرما کر گناہ گار کے گناہوں کی پردہ پوشی فرما کر گناہ معاف کر دیتا ہے، چنانچہ اس گناہ گار شخص نے نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے فریاد کی اور کہا :

گفت یارب بارھا بر گشته ام

توبه ها و عهد ها بشکسته ام

''اس نے کہا اے اللہ میں بار ہا توبہ کر کے پھر گیا ہوں
اور بار ہا توبہ کے عہد و پیمان کو توڑا ہے''۔

اے خدا آں کن که از تو مے سزد

که زهر سوراخ مارم مے گزد

''اے خدا میرے ساتھ رحم کا وہ معاملہ فرما جو تیری
ذات کے لائق ہے، کیونکہ مجھے تو اب ہر سوراخ سے
سانپ ڈستا نظر آرہا ہے۔''

نوبت جستن اگر دامن رسد

وه که جان من چه سختی ها کشد

''اگر موتی کی تلاش کا مسئلہ مجھ تک پہنچ گیا تو میری جان
پر بے پناہ تشدد ہوگا''۔

گر مرا ایں بار ستاری کنی

توبہ کردم من زھر ناکردنی

''اے اللہ! اگر تو اس بار میری پردہ پوشی فرمادے تو میں

تمام برائیوں سے سچے دل سے توبہ کرتا ہوں''۔

ابھی نصوح نے سچے دل سے توبہ کی تھی کہ تلاشی لینے والوں نے آواز دی کہ اے نصوح ادھر آؤ اور کپڑے اتار کر اپنی جامہ تلاشی دو، یہ سنتے ہی نصوح پر غشی طاری ہوگئی۔

جاں بحق پیوست چوں بے ہوش شد

بحر رحمت آں زماں درجوش شد

''اس کی روح بے ہوشی کے وقت حق تعالیٰ سے قریب

ہوگئی اور بحر رحمت جوش میں آیا''

تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے گم شدہ موتی کے ملنے کی اطلاع مل گئی اور نصوح کی توبہ کی وجہ سے اس کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی فرمادی اور اس طرح وہ بادشاہ کے احتساب سے بھی بچ گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پارسا بن گیا۔

جب اس کی جامہ تلاشی کی باری آتی ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ:۔

بانگ آمد ناگھاں کہ رفت بیم

شد پدید آں گم شدہ در پیم

’’اچانک آواز آئی کہ وہ خوف دور ہو گیا ہے اور وہ گم شدہ موتی مل گیا ہے‘‘۔

گفت شد فضل خدا اے داد گر

ورنہ زانچہ گفتہ شد هستم بدتر

’’یہ خدا کا خاص فضل و کرم مجھ پر ہوا ہے اے مہربانو! ورنہ میرے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے میں اس سے بھی براہوں‘‘

توبہ کردم حقیقت با خدا

نشکنم تا جاں شود از تن جدا

’’میں نے حقیقی توبہ اپنے خدا کے حضور کر لی ہے، میں اب تاحیات اس توبہ کو نہیں توڑوں گا۔‘‘

توبہ کرنے کے دو فائدے

اگر ہم نے اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ رب کریم! آج میں نے اپنے سب گناہوں سے توبہ کر لی تو سمجھ لیجئے کہ ہم نے اپنے دل کو دھو لیا اور ہم نے اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے قریب کر دیا۔ جب تک گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک اللہ رب العزت کا وصل

نصیب نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مشائخ کے پاس جب بھی کوئی آتا ہے تو وہ سب سے پہلا کام ہی یہ کرواتے ہیں کہ

''بھائی! اپنے گناہوں سے توبہ کرو.....،بعض اوقات شیطان دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ تو فلاں گناہ نہیں چھوڑ سکتا، تو بھئی! اپنے آپ کو سمجھائیں کہ اگر ہم گناہ نہیں چھوڑ سکتے تو اللہ تعالیٰ تو ہم سے گناہ چھوڑوا سکتے ہیں کیونکہ ہمارے دل ان کی انگلیوں کے درمیان میں ہیں۔''

يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ . (حدیث)

''اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں دلوں کو پھیر دیتے ہیں''۔

اگر اللہ تعالیٰ نے دلوں کو پھیر دیا تو پھر گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ اس لئے توبہ کرنے کی سچی پکی نیت کر لیجئے اور گناہ کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیجئے۔ بھلا کوئی بندہ روز گناہ کرتا ہے، پھر بھی وہ توبہ کی نیت کر لے...اس کے دو فائدے ہوں گے:

''ایک فائدہ تو یہ کہ اس توبہ کی وجہ سے آج تک جتنے گناہ کئے وہ تو معاف ہو جائیں گے اور پچھلا حساب بے باق ہو جائے گا، یہ فائدہ تو ہے ہی مگر دوسرا فائدہ یہ ہے کہ: اللہ رب العزت مدد فرما کر آئندہ بھی حفاظت فرما دیں گے۔ اول تو دو فائدے ملیں گے ورنہ ایک فائدہ تو لازمی ملے گا۔''

شیطان توبہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے

لہٰذا توبہ ایک ایسا عمل ہے جو ہر وقت کرتے رہنا چاہیئے تاکہ اس توبہ سے ہمارے سابقہ سب گناہ معاف ہو جائیں۔ ورنہ شیطان کئی دفعہ ورغلاتا ہے اور کہتا ہے کہ :

''نوسو (۹۰۰) چوہے کھا کر بلی حج کو چلی''۔

شیطان ذہن میں ایسی بات ڈال دیتا ہے کہ میں تو روزانہ گناہ کرتا ہوں، میں کیسے توبہ کرسکتا ہوں۔ بھائی! سچی بات یہ ہے کہ نوسو چوہے تو کیا ہزار چوہے کھا کر بھی حج کو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ ہزار کو بھی معاف فرمادیں گے، کیونکہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ :

" صد بار اگر توبہ شکستی باز آ "۔

''میرے بندے! سودفعہ توبہ کی سودفعہ توڑ بیٹھا تو اب
بھی میرے در پہ آجا میرا در کھلا ہے، تو توبہ کرے گا تو
میں تیری توبہ قبول کرلوں گا''۔

ہم تو ایسے سوچنا شروع کردیتے ہیں کہ جیسے ہم نے بخشنا ہوتا ہے، اگر ہم نے کسی کو بخشنا ہوتا تو پھر واقعی ہم تو اتنی سی غلطی بھی معاف نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے بخشنا ہے اور اللہ رب العزت کی ذات بڑی رحیم وکریم ہے۔

بندے سے معافی مانگنی ہوتی تو یہ بڑا مشکل کام تھا۔ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی ہوتی ہے۔ البتہ جو حقوق بندوں کے تلف کیے ہیں وہ تو بندوں سے ہی بخشوانے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے کسی کا دل دکھایا ہے اور کسی کا حق مارا ہے تو اس بندے سے معافی مانگ لیجئے کیونکہ دنیا کی شرمندگی تھوڑی ہے اور آخرت کی شرمندگی بڑی اور بری ہے۔

روز اپنا محاسبہ کیجئے

ایک آدمی دکان پر اکاؤنٹ کا کام کرتا ہے، اس کو پتہ بھی ہے کہ آڈٹ والوں نے چیک کرنے آنا ہے اور وہ اپنی کتاب کو چیک ہی نہیں کرتا تو جس دن آڈٹ والے آئیں گے تو وہ جوتے ہی کھائے گا۔

لہٰذا اس کو چاہیے کہ وقت سے پہلے اپنا حساب کتاب دیکھ لے کہ ہندسے ایک دوسرے کے ساتھ ملتے بھی ہیں یا نہیں۔ جس طرح دکاندار وقت سے پہلے اپنے آڈٹ کے لئے تیار ہوتا ہے اسی طرح ہم بھی اپنے قبر کے آڈٹ سے پہلے اپنے آپ کو تیار کر لیں، اور یہ بڑا آسان کام ہے، کیونکہ توبہ کرتے وقت کوئی ورزش تو نہیں کرنی ہوتی۔ اگر کوئی ورزش ہوتی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی عذر کرتا کہ میں تو کمزور ہوں، لہٰذا نہیں کر سکتا۔

بھائی! توبہ کا تعلق تو دل کی نیت کے ساتھ ہے، اگر کوئی بندہ دل ہی میں نادم ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ کے مصداق دل کی ندامت پر ہی اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

شرمندگی کی آگ میں جلنا بہتر ہے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت

مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ.

کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو گناہ کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یا تو سزا دنیا میں ملے گی یا پھر آخرت میں ملے گی۔ دنیا کی سزا یہ ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے اس پر پریشانیاں ڈال دیں گے اور پھر گناہ کو معاف کر دیں گے اور اگر پریشانیاں نہ ڈالیں تو پھر اگر وہ بندہ خود توبہ تائب ہو جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیں گے۔

یہ بھی تو ایک قسم کی سزا ہی ہے کہ ایک بندہ اپنے دل میں نادم و شرمندہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ جس بندے نے بھی گناہ کیا اس کو دو میں سے ایک آگ میں جلنا پڑے گا۔

آسان طریقہ اختیار کیجئے؟

دنیا میں نادم اور شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لینا زیادہ آسان ہے کیونکہ ہم آخرت کی آگ میں جلنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہم تو ناز و نعمت کے پلے ہوئے بندے ہیں، ہم تو دھوپ کی گرمی برداشت نہیں کر سکتے بھلا جہنم کی گرمی کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اسی وقت اپنے تمام گناہوں سے پکی سچی توبہ کر لیں اور دل میں شرمندگی ہو کہ اے میرے مالک! میں اب تک گناہ کرتا رہا، اب مجھے بات سمجھ میں آئی ہے کہ یہ گناہ تو نجاست ہیں اور انہوں نے میرے جسم کے اعضا کو نجس بنا دیا ہے، اور واقعی اگر اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی بدبو کو ظاہر فرما دیتے تو ہمارے پاس تو کوئی بیٹھنا بھی پسند نہ کرتا۔

یہ تو پروردگار کی رحمت ہے کہ اس نے پردے ڈال دیئے ہیں۔ اس لئے یہی دعا مانگیں کہ رب کریم! جس طرح آپ نے ہماری ظاہری نجاستوں کے اوپر پردے ڈال دیئے ہیں اسی طرح ہماری باطنی نجاستوں پر بھی پردے ڈال دیجئے۔

ایک قطرہ آنسو کے سبب جہنم سے خلاصی

یاد رکھیں کہ اگر مکھی کے سر کے برابر بھی بندے کی آنکھوں میں سے آنسو اللہ کے خوف کی وجہ سے نکلے گا تو وہ اس بندے کے لئے کبھی نہ کبھی جہنم سے نکلنے کا سبب بن جائے گا۔

جہنم میں ایک جہنمی جل رہا ہوگا، وہ دیکھے گا کہ جنتی آئے ہیں اور انہوں نے اپنے واقف لوگوں کی سفارشیں کی ہیں اور جہنمیوں کو نکال دیا گیا ہے۔ اس بندے کا کوئی بھی ایسا واقف نہ ہوگا جو اس کی سفارش کرے۔

وہ اپنی بے بسی دیکھ کر پریشان ہوگا، حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی بھی اس کی سفارش نہیں کرے گا تو اس بندے کی پلکوں کا ایک بال اللہ رب العزت کے سامنے فریاد کرے گا اور کہے گا کہ:

''اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بندہ ایک مرتبہ آپ کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے گناہوں کو یاد کر کے رویا تھا اور اس کی آنکھ سے اتنا چھوٹا سا آنسو نکلا تھا کہ میں اس سے تر ہو گیا تھا، لہٰذا آپ میری گواہی کو قبول کر لیجئے کہ یہ آپ سے ڈرنے والا بندہ ہے''۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرشتے سے فرمائیں گے کہ تم اعلان کر دو کہ ہم

نے اس بال کی گواہی کو قبول کر کے اس بندے کو جہنم سے بری فرما دیا ہے۔ سبحان اللہ.

توبہ کرتے وقت رونے کی فضیلت

یاد رکھیں کہ توبہ کرتے وقت رونے کو معمولی نہ سمجھیں بلکہ کوشش کریں کہ آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح گرنے شروع ہو جائیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نبی علیہ السلام کا وعظ سن رہے تھے۔ وعظ سنتے ہوئے ایک صحابی زار و قطار رونے لگ گئے۔ ان کی حالت دیکھ کر نبی علیہ الصلوٰہ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ آج اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح روئے ہیں کہ ان کی وجہ سے یہاں پر موجود سب لوگوں کے گناہوں کو معاف فرما دیا گیا ہے۔

سچی بات عرض کروں کہ اگر نیکوں پر گنہگاروں کی توبہ کا اجر واضح ہو جائے تو وہ بھی گنہگاروں پر رشک کرنے لگ جائیں کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے گناہ کیے تھے مگر ایسی توبہ کی کہ اللہ نے ان کے گناہوں کو ان کی نیکیوں میں تبدیل فرما دیا۔ بلکہ کئی خوش نصیب لوگ ایسے خلوص سے توبہ کرتے ہیں کہ اگر ان کی توبہ کے ثواب کو پورے شہر کے گنہگاروں پر تقسیم کر دیا جائے تو اللہ رب العزت سب گنہگاروں کی مغفرت فرما دیں۔

ایک عورت کی مثالی توبہ

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ایک عورت کبیرہ گناہ یعنی زنا کا ارتکاب کر بیٹھی۔ کسی کو اس کا پتہ بھی نہیں تھا۔ یہ معاملہ اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ احساس ڈالا کہ دنیا کی تکلیف تھوڑی ہے اور آخرت کی زیادہ ہے اور دنیا کی ذلت تھوڑی ہے اور آخرت کی زیادہ ہے۔ لہٰذا مجھے چاہیے کہ میں اپنے اس گناہ کو دنیا میں ہی پاک صاف کروا جاؤں۔

چنانچہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس نے دوسری طرف سے آکر کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر اپنا رخ پھیر لیا۔

اللہ کے محبوب ﷺ نے چار مختلف اطراف میں رخ کیا اور اس نے چاروں طرف سے آکر بتایا کہ مجھ سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا ہے۔

اب چار مرتبہ کیوں رخ پھیرا؟

اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے چار مرتبہ اعتراف

کرانا چاہتے تھے کیونکہ اس وقت تک حد جاری نہیں ہو سکتی جب تک چار بار اعتراف گناہ نہ ہو۔

اس عورت نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے اور وہ گناہ میرے پیٹ میں پل رہا ہے۔ اب میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھ پر حد جاری کر کے مجھے اس گناہ سے پاک فرما دیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ابھی جاؤ اور جب وضع حمل (بچہ کی پیدائش) ہو جائے تو پھر آنا، چنانچہ وہ چلی گئی۔

جب بچے کی پیدائش ہو گئی تو وہ بچے کو لے کر پھر آئی اور عرض کرنے لگی کہ:

"اے اللہ کے نبی ﷺ! اب آپ مجھ پر حد جاری کیجئے"، اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی اس بچے کو دودھ پلاؤ، چنانچہ وہ پھر واپس چلی گئی۔

دو سال دودھ پلانے کے بعد وہ پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی،

"اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ مجھ پر حد جاری کر دیجئے۔ اب کی بار جب وہ آئی تو بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا جسے وہ کھا رہا تھا۔"

وہ بتانا چاہتی تھی کہ اب یہ میرے دودھ کا محتاج نہیں رہا۔۔۔۔اب اس پر حد جاری کی گئی۔

فائدہ:

غور کیجئے کہ اس نے وضع حمل سے پہلے اپنے گناہ کا اقرار کیا، پھر دو سال دودھ پلانے کے بھی گذرے۔ مگر اس میں ایسی استقامت تھی کہ وہ بار بار آتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ میں دنیا میں ہی اس بوجھ سے پاک ہو جاؤں، چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا۔

سنگسار کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کوئی سخت بات کہہ دی مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"عمر! اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ کے اجر و ثواب کو شہر والوں پر تقسیم کر دیا جائے تو شہر کے سب گنہگاروں کی مغفرت ہو جائے۔"

کیا توبہ کا کوئی راستہ ہے؟

عَن ابنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أَنَّ رَجُلاً أَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا فَھَلْ لِیْ تَوْبَۃٌ قَالَ ھَلْ لَکَ مِنْ أُمٍّ قَالَ لَا قَالَ ھَلْ لَکَ مِنْ خَالَۃٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّ ھَا. (رواہ الترمذی)

''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اور کہا کہ: یارسول اللہ ﷺ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے، کیا میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے؟'' جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیری ماں (زندہ) ہے؟'' تو اس نے کہا کہ ''نہیں''۔ فرمایا: ''تیری کوئی خالہ ہے؟'' اس نے کہا کہ: ''ہاں''۔ فرمایا اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

ایک اشکال کا حل

انی أصبت ذنبا عظیما: اس میں بظاہر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بڑے گناہ (کبیرہ) کے لئے تو عام قاعدہ یہ ہے کہ وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے اخلاص کے ساتھ توبہ کرنا ضروری ہے۔ البتہ صغائر (چھوٹے گناہ) نیکیاں کرنے سے بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

اِتّبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا.

''برائی کے پیچھے نیکی کرو! یہ نیکی اس کو مٹا دے گی''۔

حضرات محدثینؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صغیرہ گناہ کے متعلق ہے، کبائر کیلئے توبہ ضروری ہے، صرف نیکی کرنے سے وہ معاف نہیں

ہو جاتے، تو پھر رسول اللہ ﷺ نے کیوں ''ذنب عظیم'' (بڑے گناہ) کے معاف ہونے کے لئے خالہ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دے کر اس پر اکتفا فرمایا؟

اس اشکال کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی خاص جرم تھا اور اس کے متعلق جناب رسول ﷺ کو بذریعۂ وحی یہ معلوم ہوا تھا کہ اس شخص کے حق میں اس جرم کی تلافی کے لئے یہ خاص عمل یعنی والدہ یا اس کی عدم موجودگی میں اس کی قرابت داروں، (جیسے خالہ) کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے اور اس جرم کے معاف ہونے کے لئے یہ عمل کافی ہے، اس وجہ سے اس کی تلقین فرمائی اور اس تفصیل کے مطابق یہ حکم اس شخص کے لئے خاص تھا عام قانون نہیں ہے۔

توبہ کی حقیقت اور اس کی شرائط

اس اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے دراصل توبہ پہلے ہی کر لی تھی کیونکہ توبہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی اپنے کئے ہوئے گناہ پر نادم و شرمندہ ہو جائے اور اس گناہ کو ہمیشہ کیلئے چھوڑنے کا عزم مصمم کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے۔

علماء کرامؒ لکھتے ہیں کہ توبہ کیلئے چار شرائط ہیں۔

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے کیئے ہوئے گناہ پر دل سے نادم و شرمندہ ہو۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ فوراً اس گناہ کو ترک کردے۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لئے عزم مصمم کرے کہ پھر ایسا جرم کبھی نہیں کروں گا۔

۴۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اس گناہ کے تدارک کے لئے شریعت میں جو طریقہ موجود ہو اس طریقہ سے اس گناہ کا تدارک کرے مثلاً نماز روزہ چھوٹ گئے ہوں تو قضاء کرے۔ اگر اس جرم کے لئے کوئی کفارہ مقرر ہو تو کفارہ ادا کرے، اور اگر وہ جرم حقوق العباد کے قبیل سے ہو تو شرعی ضابطہ کے مطابق ان کے حقوق ادا کردے، یا ان سے معاف کرالے، خصوصاً بندوں کے وہ حقوق جن کی ادائیگی کا بھی کوئی طریقہ نہ ہو، مثلاً غیبت، یا بعض قسم کی دوسری زبانی ایذا رسانی وغیرہ، تو ان کا معاف کرانا انتہائی ضروری ہے۔ اور اس کے لئے لازم ہے کہ اہل حقوق سے بھلائی اور احسان کرے، تاکہ وہ اس سے خوش ہو جائیں اور طیب خاطر سے معاف کردے۔

بعض حضرات نے یہ شرط بھی لکھی ہے کہ توبہ صرف خوف الٰہی کی وجہ سے ہو کیونکہ اگر کوئی شخص مثلاً شراب پینا اس وجہ سے چھوڑ دے اور اس پر اس وجہ سے نادم ہو جائے کہ اس سے صحت تباہ ہوتی ہے، دردِ سر ہوتا ہے، مال خرچ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ اور خوف خدا کی وجہ سے ترک نہ کرے تو یہ شرعاً توبہ نہیں ہے اور ایسے شخص کو تائبین کا ثواب نہیں ملے گا۔

پس اگر مذکورہ شرائط جس توبہ میں نہ پائی جائیں تو صرف زبان سے توبہ اور استغفار کہنا بے معنی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی اس نے جلدی سے کہا :

" اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ. "

اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:

"اے شخص جلدی جلدی استغفار کہہ جانا جھوٹوں کی توبہ ہے، اور تیری یہ توبہ خود توبہ کے لائق ہے"،

اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ :

"ہماری توبہ، خود توبہ کے لائق ہے"۔

زبانی توبہ اور حضرت تھانویؒ کی حکیمانہ رائے

یعنی جب توبہ اور استغفار کے الفاظ تو زبان پر ہوں لیکن دل میں

استحضار نہ ہو، نہ جرم پر ندامت ہو، نہ اللہ جل جلالہ کی نافرمانی ہونے کی وجہ سے دل پر کوئی خوف طاری ہو اور نہ آئندہ کے لئے اس جرم کے چھوڑنے کا مضبوط عزم ہو، بلکہ صرف رسمی طور پر توبہ اور استغفار کے الفاظ ادا کرتا ہو، تو ایسی توبہ خود ایک جرم ہے، جس پر توبہ کرنی چاہیے، چہ جائیکہ اس سے گناہ معاف ہوں.....

توبہ برلب سبحہ در کف دل پر از ذوق گناہ

مغفرت راخندہ می آید ز استغفار ما

''تاہم زبان پر بھی توبہ اور استغفر اللہ جاری رہنے کو بعض اکابر نے بیکار نہیں کہا کیونکہ زبان سے دل تک راستہ بن جاتا ہے، لہٰذا خاموش بیٹھنے سے یا پھر فضولیات بکنے سے یہ لسانی ذکر بھی بدر جہا افضل ہے۔

ایک صوفی شاعر نے زبانی توبہ کے بارے میں کہا کہ :

این چنیں تسبیح کے دارد اثر

ایسی تسبیح کا کیا اثر ہوگا ، حکیم الامۃ عارف باللہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس شعر میں تبدیلی کی اور کہا کہ:......

ایں چنیں تسبیح ہم دارد اثر

''زبان کی ایسی تسبیح کا بھی بالآخر اثر ہوگا کہ دل کے دروازے پر دستک دیتے دیتے آخر کار دل کو بیدار

کردے، اور اگر یہ سعادت نصیب نہ ہوئی تو تیرے
بدن کے ایک عضو (زبان) کا اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی
اطاعت میں رہنا بھی کوئی کم سعادت نہیں ہے۔"

آمدم برسرِ مطلب

پس وہ شخص جو کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، درحقیقت وہ تائب بن کر آیا تھا، وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ رہا تھا، وہ اپنے کئے پر نادم تھا اور آئندہ کے لئے اس کے چھوڑنے کا عزم کئے ہوئے تھا۔ اس کے دل پر خشیت الٰہی طاری تھی اور یہی ہے توبہ کی حقیقت، جو کہ سائل اور مسئول عنہ دونوں پر واضح تھا۔

گناہ کا تدارک

لیکن شاید جرم کچھ ایسا تھا کہ سائل کو خلجان تھا کہ اس کے معاف ہونے کے لئے یہ کافی ہوگا یا اس کے تدارک کے لئے اور بھی کچھ کرنا ہوگا۔

فَهَلْ لِّيْ مِنْ تَوْبَةٍ. کا یہ مطلب ہے، اور رسول اللہ ﷺ کو بھی وہ جرم بذریعہ وحی دیگر ذرائع سے معلوم ہوا تھا اور اس جرم کے تدارک کے لئے ماں کے ساتھ یا اس کی عدم موجودگی میں اس کے قرابت

داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ضروری تھا۔اس وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آدمی سے والدہ کے متعلق دریافت فرمایا، اور جب معلوم ہوا کہ ان کی والدہ فوت ہو چکی ہیں، اور خالہ زندہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خالہ کے ساتھ احسان کرو"۔

پس اگر وہ جرم اور گناہ، ترکِ بر (احسان) اور قطع رحمی کے قبیل سے ہو، خصوصاً والدہ کے ساتھ، تو پھر یہ جواب زیادہ واضح ہے، کیونکہ اگر والدہ کی دل آزاری ہو چکی ہو تو اس جرم کے معاف ہونے کے لئے توبہ کی دیگر شرائط کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس حد تک والدہ کی خاطر مدارت کی جائے اور اس کے حقوق کا خیال رکھا جائے کہ وہ خوش ہو کر طیبِ خاطر سے معاف کر دے اور اگر والدہ فوت ہو چکی ہو تو پھر بھی حتی المقدور والدہ کے بعد الوفات حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے اور بعد الوفات حقوق میں سے یہ ہے کہ اس کے قرابت والوں اور متعلقین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کیا جائے۔

اگر ان حقوق کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ جرم معاف ہوگا، اس وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے خالہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔

پیغمبرِ توبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ : قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِیُّ التَّوْبَةِ: مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ بَرِيْئًا مِمَّا قَالَ لَهُ اَقَامَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحَدَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا أَنْ يَكُوْنَ كَمَا قَالَ.

(رواه الترمذی)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب ابو القاسم ﷺ، پیغمبر توبہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس آقا نے اپنے غلام پر (زنا کی) تہمت لگائی، حالانکہ وہ غلام اس چیز سے بری ہو جو یہ مولیٰ اس کے متعلق کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس آقا پر قیامت کے دن حد (قذف) قائم کرے گا۔ ہاں اگر وہ غلام ایسا ہی ہو جس طرح یہ آقا کہتا ہے۔ (تو پھر قیامت کے دن اس پر حد قائم نہ ہوگی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

قال ابو القاسم صلی الله علیه وسلم نبی التوبة:

اس روایت میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا اسم کنیہ (ابو القاسم ﷺ) ذکر کرنے کے بعد آپ

ﷺ کا لقب نبی التوبۃ (توبہ کا پیغمبر) ذکر فرمایا یہ اس لئے کہ جناب رسول اللہ بہت توبہ کرنے والے تھے اور دن میں ستر مرتبہ اور بعض روایات کے مطابق سو مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار فرمایا کرتے تھے (ان سے مراد کثرت استغفار ہے نہ کہ تحدید) نیز جناب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور دل وزبان کے ساتھ توبہ کرنے سے قبولیتِ توبہ کا حکم ساتھ لائے۔

توبہ کے بارے میں غلط نظریات کی اصلاح

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزشتہ ادیان میں توبہ سے متعلق عجیب وغریب نظریات اور عقائد لوگوں میں راسخ ہو چکے تھے۔ جو کہ قرون مظلمہ کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم جو بھی جرائم کریں، اور ہم سے جتنے بھی بڑے گناہ سرزد ہو جائیں وہ سب کچھ ہمیں معاف ہوگا، اور ہمارے لئے توبہ کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہم سب کی طرف سے توبہ کر کے اپنے آپ کو قربان کر دیا ہے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم سب کی طرف سے کفارہ ادا کر چکے ہیں۔ یہ نظریہ ''کفارہ'' کہلاتا ہے، اور پھر توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، کسی اور کی توبہ قبول نہیں ہوتی، اب ہمارے تمام جرائم کو حضرت عیسیٰ

علیہ السلام معاف کردیں گے۔

تو جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم واضح فرمایا کہ توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کسی بندہ کا جرم معاف نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ کا ہر بندہ خود اپنے جرم کی معافی مانگ کر پھر سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔

جاہل، بدعتی پیر اور پاپائیت

چنانچہ آج کل بھی بعض جاہل اور بدعتی پیر اس طرح کرتے ہیں کہ اپنے مریدوں کو ذہنی طور پر مفلوج کر کے یرغمال بنا دیتے ہیں اور انہیں یہ باور کراتے ہیں کہ ہم ہی آپ کی شفاعت کریں گے اور آپ کو نجات دلائیں گے۔ تم نے ہمارے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے۔ اب آپ کو کچھ غم نہیں، دین سے جاہل اور آخرت سے غافل عوام جب یہ سنتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے سارا بوجھ کندھوں سے اتر جاتا ہے تو عوام جوق در جوق ان کی درگاہوں میں حاضری دیتے ہیں اور ان سے بیعت کر کے مرید بن جاتے اور یہ ناعاقبت اندیش پیر بھی مریدوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ تم ہر وقت

ہماری نظر میں ہوتے ہو اور ہم آپ کے سب اعمال سے باخبر ہیں۔ الغرض ان بدعتی پیروں اور ان کے مریدوں کا بھی آپس میں وہی معاملہ ہوتا ہے جیسا کہ عیسائیوں کی عوام اور ان کے احبار ورہبان اور پاپاؤں کے درمیان ہوا کرتا تھا۔

حاصل یہ کہ ان احبار ورہبان نے عوام پر اس حد تک اپنا قبضہ جمالیا تھا کہ بادشاہ بھی ان کی گرفت میں ہوتے تھے، اور حکومتیں بھی ان کے ہوس کا نشانہ بن جاتی تھیں۔

نزع کی کیفیت تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے

وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ. (مُتَّفِقٌ عَلَیْہِ)

”اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ (اپنے گناہ کا ندامت وشرمندگی کے ساتھ) اعتراف کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔“

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

''اور حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مغرب کی سمت سے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔''

فائدہ

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ توبہ قبول ہونے کی حد ہے کہ مغرب کی سمت سے آفتاب نکلنے سے پہلے تک توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا لہٰذا اس وقت تک جو بھی توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی لیکن اس کے بعد کی جانے والی توبہ قبول نہیں ہوگی، اسی طرح توبہ قبول ہونے کی ایک حد شخصی ہوتی ہے جس کا تعلق ہر فرد سے ہوتا ہے اور وہ حالت غرغرہ (نزع) سے پہلے پہلے کا وقت ہے یعنی جو شخص غرغرہ سے پہلے توبہ کرلے گا اس کی توبہ قبول ہوگی۔ حالت غرغرہ میں کی جانے والی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

توبہ قبول کرنا صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے

پس رحمت عالم ﷺ نے دنیا میں تشریف لاکر ان تمام غلط عقائد و نظریات کا خاتمہ کر دیا۔ اور واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کسی کے گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ. (سورہ آل عمران)

''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں''۔

بلکہ ہر بندہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور توبہ تائب ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ صاف کر دے۔ جو بھی بندہ اخلاص کے ساتھ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ احبار و رہبان اور جاہل پیروں کو نذرانے اور شکرانے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ تو کوئی کسی کا گناہ معاف کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کسی کے گناہوں کا کفارہ بن سکتا ہے۔ جسے اپنا عمل پیچھے چھوڑ دے۔ اسے اس کا نسب (رشتے ناطے اور تعلقات وغیرہ) آگے نہیں بڑھا سکتے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے توبہ سے متعلق افراط و تفریط کو ختم کر کے ہر بندہ کے لئے اخلاص کے ساتھ توبہ کرنے کا آسان راستہ بتلا دیا۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کو لقب ''نبی التوبۃ'' سے یاد کیا گیا ہے۔

توبۃ نصوح کے لئے چار کام

انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرے، توبہ کیسے کرے؟ اس کے لئے چند کام کرنے ہونگے۔

☆ پہلا کام یہ کرے کہ جو گناہوں ہو چکے ہوں ان پر دل میں نادم اور شرمسار ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ ہو۔

☆ پھر دوسرا کام یہ کرے کہ وہ اپنے دل کو حسد اور کینے سے خالی کرلے۔ کیونکہ جب گناہ سے توبہ کر رہا ہو اور سینہ کینے سے بھرا ہوا ہو تو وہ توبہ بھلا کیا فائدہ دے گی۔ لہٰذا اس کے دل میں مؤمن کے بارے میں انتقام، نفرت اور دشمنی نہ رہے وہ سب کو اللہ کے لئے معاف کردے۔

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی کو آتے دیکھا تو فرمایا کہ وہ جنتی آرہا ہے، جنتی آرہا ہے۔ سننے والے بہت حیران ہوئے۔ حتیٰ کہ ایک صاحب کے دل میں خیال آیا کہ میں پتہ تو کروں کہ اس کا کون سا خاص عمل ہے کہ اس کے لئے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ ان سے کہنے لگے، میرا جی چاہتا ہے کہ میں تین دن آپ کے گھر مہمان بنوں، اگر آپ کو منظور ہو، انہوں نے کہا، جی ضرور تشریف لائیے۔ وہ ان کے گھر پہنچ گئے، انہوں نے تین دن تک ان کو دیکھا مگر ان کا کوئی

خاص عمل نظر نہ آیا۔ جس طرح باقی لوگ تہجد اور دیگر نوافل پڑھتے تھے اسی طرح وہ بھی پڑھتے۔ ان کو کوئی انوکھی بات نظر نہ آئی۔ تین دن کے بعد انہوں نے پوچھا :

بھائی! میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے آپ کے بارے میں یہ الفاظ سنے تھے اور اسی لئے میں آپ کے ہاں مہمان بنا کہ مجھے آپ کے اندر وہ خاص عمل نظر آئے جس کی وجہ سے آپ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن مجھے تو آپ میں کوئی ایسا عمل نظر نہیں آیا، اگر کوئی ہے تو آپ خود ہی بتادیں، انہوں نے فرمایا کہ میرا اور تو کوئی خاص عمل نہیں ہے البتہ یہ ہے کہ جب میں رات کو بستر پر سونے کے لئے لیٹتا ہوں تو میں اپنے دل میں ایمان والوں کے بارے میں پائے جانے والے غصہ اور کینہ کو اللہ کے لئے ختم کر دیتا ہوں۔

☆......اس کے بعد تیسرا کام یہ کرے کہ وہ فاسق و فاجر لوگوں سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو جائے، ہم روزانہ وتر میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں :

وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ.

''اور (اے پروردگار!) ہم جدا ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر اس بندے کو جو فاسق و فاجر ہے''۔

ہم روزانہ رات کو عشاء کے وقت کھڑے ہو کر نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہاتھ باندھ کر وعدہ کرتے ہیں اور دن بھر انہی لوگوں کے ساتھ گزار رہے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب ان سے کوئی تعلق ہی نہیں رہے گا چاہے رشتہ داری ہی ہو، نہیں، بلکہ اس کے ساتھ دوستی ختم کر دے۔ لین دین کا معاملہ تو ہر ایک کے ساتھ کرنا ہی ہوتا ہے، وہ تو کافروں کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔ مگر ایک ہوتا ہے دوستی کا تعلق، قلب کا تعلق، وہ توڑ لے۔ اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اب اس کو سلام بھی کبھی نہیں کرنا، نہیں بلکہ جو اصول شریعت نے بنا دیئے ہیں ان کی حدود میں رہیں اور دل کی محبت کا جو تعلق تھا اس کو ختم کر لیں اور پرہیزگار لوگوں سے دوستی رکھیں۔ اگر پھر بھی بدکار لوگوں کے ساتھ صحبت رہے گی تو پھر توبہ قبول نہیں ہوگی اور وہ لوگ پھر گناہوں میں ملوث کر دیں گے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی گندی نالی میں پڑا ہو تو اس کے اوپر وہی پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کو نالی سے نکال کر پاک پانی میں ڈالیں تو پھر وہ صاف ہوگا۔ اسی طرح ہم اگر اپنے دل کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو فاسق و فاجر لوگوں کی گندی نالی سے اپنے آپ کو بچانا پڑے گا۔ پھر اگر اس پر اللہ کے ذکر کے چند قطرے پڑ جائیں گے تو یہ دل پاک اور صاف ہو جائے گا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے قول کا پاس کریں جو ہم روزانہ اپنے

پروردگار کے سامنے کہہ رہے ہوتے ہیں۔

☆......اس کے بعد چوتھا کام یہ کرے کہ موت کی تیاری میں لگ جائے۔

جس بندے نے یہ چار کام کر لئے، وہ سمجھ جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی توبۃ النصوح کی توفیق عطا فرما دی ہے۔

توبۂ نّصوح کے چار انعامات

جب بندہ توبۂ نّصوح کر لیتا ہے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ بھی چار کام کر دیتے ہیں :

۱)...... اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں، حدیث پاک میں فرمایا گیا:

اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ .

"گناہوں سے توبہ کرنے والا اللہ کا دوست بن جاتا ہے"۔

۲)...... اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح مٹاتے ہیں کہ جیسے اس نے کبھی گناہ کیے ہی نہیں تھے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ .

"گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے

اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں''۔

چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کرلیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو آئندہ شیطان کے فریب اور ہتھکنڈوں سے بچا لیتے ہیں۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ.(الحجر : ۴۲)

''اے مردود! جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی بس نہیں چل سکتا''۔

اس کا کیا مطلب؟...... کیا وہ فرشتہ بن گیا؟ کیا اس سے کوئی گناہ صادر ہی نہیں ہوسکتا؟ نہیں، نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب بھی اس سے کوئی ایسا گناہ تو ہوسکتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے گر جائے یا اسے اللہ کے دربار سے دھتکار دیا جائے لیکن اگر اس سے کوئی چھوٹی موٹی خطا ہوئی بھی تو فوراً اس سے توبہ کرکے معافی مانگ لے گا۔

۴)......ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ اس کی موت سے پہلے فرشتوں کو بھیج کر اس کے اچھے انجام کی خوشخبری سنا دیتے ہیں۔

تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ، اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ.

(حم السجدة : ۳۰)

''ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا''۔

اللہ رب العزت ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرمادے۔ آمین

میرے عزیزو! توبہ کرتے رہیئے کرتے رہیے، حتیٰ کہ اتنی بار توبہ کیجئے کہ شیطان تھک جائے اور یہ کہے کہ یہ کیسا بندہ ہے کہ میں بار بار محنت کر کے گناہ کرواتا ہوں اور یہ توبہ کر کے سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ انسان اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرے۔

توبہ اور رحمت الٰہی کی وسعت

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدرِیِّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیلَ رجُلٌ قَتَلَ تِسْعَۃً وَتِسْعِیْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ یَسْأَلُ فَاَتٰی رَاھِبًا فَسَأَلَہٗ فَقَالَ اَلَہٗ تَوْبَۃٌ قَالَ لَا فَقَتَلَہٗ وَجَعَلَ یَسْأَلُ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْیَۃَ کَذَا وَکَذَا فَاَدْرَکَہُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِہٖ نَحْوَھَا فَاخْتَصَمَتْ فِیْہِ مَلَائِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَمَلَائِکَۃُ

الْعَذَابِ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَاِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ فَقَالَ قِیْسُوْا مَا بَیْنَهُمَا فَوُجِدَ اِلٰی هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَلَهٗ. (بخاریؒ و مسلمؒ)

''اور حضرت ابو سعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل (حضرت موسیٰؑ کی قوم میں) ایک شخص تھا جس نے ننانوے ۹۹ آدمیوں کو قتل کیا اور پھر (لوگوں سے یہ) پوچھنے نکلا (کہ اگر میں توبہ کرلوں تو وہ قبول ہوگی یا نہیں؟) چنانچہ اسی سلسلہ میں وہ ایک عابد و زاہد کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ کیا اس (اتنے بڑے گناہ سے یا اس اتنے بڑے گناہ کرنے والے) کے لئے توبہ ہے؟ (یعنی کیا اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟) اس عابد و زاہد نے کہا کہ: نہیں، اس شخص نے (یہ سنتے ہی) اس عابد و زاہد کو بھی قتل کردیا اور پھر (دوسرے لوگوں سے) پوچھتا پھرنے لگا، ایک شخص نے اس سے کہا کہ تم فلاں بستی میں جاؤ۔ وہ ایسی اور ایسی ہے (یعنی اس نے اس بستی کا نام لیا اور اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ بہت اچھی بستی ہے، وہاں ایک عالم رہتا ہے جو تمہیں تمہاری

توبہ کے قبول ہونے کا فتویٰ دے گا) چنانچہ وہ شخص اس بستی کی طرف چل کھڑا ہوا، ابھی آدھے ہی راستے پر پہنچ پایا تھا کہ اچانک اسے موت نے آدبوچا (چنانچہ اسے موت کی علامات محسوس ہوئیں) تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکا دیا اور پھر اس کی روح قبض کرنے کے وقت رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے ملک الموت سے جھگڑنے لگے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو جس کی طرف وہ توبہ کرنے جارہا تھا حکم دیا کہ وہ میت کے قریب آجائے اور اس بستی کو جہاں سے وہ قتل کر کے آرہا تھا، حکم دیا کہ وہ میت سے دور ہوجائے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں سے فرمایا تم دونوں بستیوں کے درمیان پیمائش کرو اگر میت اس بستی کے قریب ہوگی جہاں وہ توبہ کے لئے جارہا تھا تو اسے رحمت کے فرشتوں کے حوالہ کیا جائے گا اور اگر اس بستی کے قریب ہو جہاں سے وہ قتل کر کے آرہا تھا تو عذاب کے فرشتوں کے حوالہ کیا جائے گا، چنانچہ جب فرشتوں نے پیمائش کی تو وہ توبہ کے لئے جس بستی کی طرف جارہا تھا اس سے ایک بالشت قریب پایا گیا، پس حق تعالیٰ

نے اسے بخش دیا۔“

فائدہ

ابن ملکؒ کہتے ہیں کہ جب ملک الموت نے اس شخص کی روح قبض کی تو رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے دونوں ملک الموت سے اس کی روح لینے کے لئے جھپٹنے لگے، رحمت کے فرشتے تو یہ کہتے تھے کہ چونکہ یہ شخص توبہ کے لئے اس بستی کی طرف متوجہ ہونے کی بناء پر تائب تھا اس لئے ہم اسے رحمتِ خداوندی کی طرف لے جائیں گے اور عذاب کے فرشتے یہ کہتے تھے کہ اس شخص نے چونکہ ایک سو آدمیوں کو ناحق قتل کیا ہے اور ابھی تک اس نے توبہ نہیں کی تھی اس لئے ہم اسے عذاب الٰہی کی طرف لے جائیں گے، چنانچہ حق تعالیٰ نے اس کا فیصلہ جس طرح فرمایا وہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ طالب توبہ کے لئے حق تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کسی قید اور حد کی پابند نہیں ہے، اس کی بے پایاں رحمت خلوص قلب کے ساتھ اپنی طرف متوجہ ہونے والے بڑے سے بڑے سرکش اور گنہگار کو بھی اپنے دامن میں چھپا لیتی ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ قلب و نیت کے اخلاص

کے ساتھ بارگاہ الوہیت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دشمنوں کو بھی اس سے راضی کر دیتا ہے۔

یہ حدیث اس بات کی ترغیب دلا رہی ہے کہ توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے دامن کو گناہوں کی آلائش سے پاک وصاف رکھا جائے اور حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی اور نا امیدی کو اپنے پاس پھٹکنے بھی نہ دیا جائے۔

بخشش و مغفرت اللہ کو محبوب ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِکُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَیَغْفِرُ لَهُمْ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اور حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اٹھالے اور (تمہاری جگہ) ایسے لوگ پیدا کردے جو گناہ کریں اور خدا سے بخشش و مغفرت چاہیں اور پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخشے۔"

فائدہ

اس ارشاد گرامی کا مقصد مغفرت اور رحمت باری تعالیٰ کی وسعت کو بیان کرنا اور یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسم پاک ''غفور'' کی شان کو ظاہر کرنے کے لئے کہ اتنا بخشش کرنے والا ہے، اس لئے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ خدانخواستہ اس حدیث کے ذریعہ گناہ کی ترغیب مقصود نہیں ہے، کیونکہ گناہ سے بچنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اپنے پیغمبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں اسی لئے بھیجا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو گناہ و معصیت کی زندگی سے نکال کر طاعت و عبادت کی راہ پر لگائیں۔

توبہ کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے

عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النھار وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا. (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

''اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رات میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے، یہاں تک کہ سورج مغرب کی سمت سے نکلے۔"

فائدہ

"ہاتھ پھیلانا" دراصل کنایہ ہے طلب کرنے سے۔ چنانچہ جب کوئی شخص کسی سے کچھ مانگتا ہے تو اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ رات میں ہاتھ پھیلاتا ہے، الخ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو توبہ کی طرف بلاتے ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پھیلانا اس کی رحمت و مغفرت سے کنایہ ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ: یہاں تک کہ سورج مغرب کی سمت سے نکلے۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں سے طلب توبہ کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک کہ قرب قیامت میں سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نہ نکلے کیونکہ جب آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اس کے بعد پھر کسی کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

ایک شرابی کی بخشش کا واقعہ

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سوئے ہوئے تھے۔ ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے پڑوسی کا جنازہ تیار ہے، تم جا کر اس کا جنازہ پڑھو۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ ان کا پڑوسی بڑا شرابی بندہ تھا۔ اب وہ اٹھ تو بیٹھے لیکن بڑے حیران تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے خواب میں فرمایا گیا کہ جاؤ اس کی نماز جنازہ پڑھ کے آؤ۔ پھر ان کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی وجہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پوچھوایا کہ اس کی موت کس حال میں ہوئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک غافل سا بندہ تھا لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کر رہا تھا:

"اے دنیا و آخرت کے مالک!! اس شخص پر رحم فرما
جس کے پاس دنیا ہے نہ آخرت۔"

اس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا۔

بادشاہ کی پیشکش اور اس کا جواب

ایک بادشاہ نے ایک عالم سے کہا کہ آپ بہت دور رہتے ہیں، مجھے آپ سے بڑی محبت ہے، آپ آئیں اور میرے پاس آکر رہیں۔

اگر آج کل کے کسی بندے کو بادشاہ دعوت دیتا تو وہ سر کے بل چل کر جاتا۔ لیکن وہ اللہ والے تھے۔ جب انہیں یہ پیغام ملا تو وہ آئے اور انہوں نے بادشاہ سے بھرے دربار میں کہا :

''بادشاہ سلامت! اگر میں آپ کے پاس آکر رہوں اور آپ کی کوئی باندی ہو اور آپ مجھے کسی دن دیکھیں کہ میں آپ کی اس باندی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو رہا ہوں تو آپ کا رویہ کیا ہوگا؟''

بادشاہ یہ سنتے ہی سخت غضب ناک ہوا اور کہنے لگا:

''کیا تو ایسا انسان ہے؟ تیری یہ کیسی جرأت ہے کہ تو میرے ہاں آئے اور پھر یہاں حرام کاری کا مرتکب ہو۔''

جب بادشاہ خوب غضب ناک ہوگیا تو وہ عالم کہنے لگے :

''بادشاہ سلامت! ابھی تو میں اس گناہ کا مرتکب ہی نہیں ہوا اور آپ مجھ پر ابھی سے اس قدر غضب ناک

ہو گئے، تو میں اس کریم کا در چھوڑ کر آپ کے در پر کیسے
آؤں جو گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھ پر غضب
ناک نہیں ہوتا''۔

ایک کفن چور کی سچی توبہ کا واقعہ

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ الغافلین میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضری کے لئے آئے تو راستے میں انہوں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو بہت زار و قطار رو رہا تھا۔ اس کو روتا دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل پسیج گیا۔ انہوں نے پوچھا: اے نوجوان! کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا، میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں، اب میں اللہ کے عذاب سے ڈر رہا ہوں کہ میں کیا کر بیٹھا۔ سخت پریشان ہوں، لہٰذا آپ مہربانی فرما کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں میری سفارش فرما دیجئے۔

حضرت عمرؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رو رہے تھے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، عمر! آپ رو کیوں رہے ہیں۔ عرض کیا: ''اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں آپ کی خدمت میں حاضری کیلئے آ رہا تھا، راستے میں ایک نوجوان کو دیکھا جو کوئی بڑا گناہ کر بیٹھا تھا، وہ بہت رو رہا تھا۔ اس کی آہ و زاری نے مجھے بھی رلا دیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عمر! اس کو اندر بلا لو۔ جب نبی علیہ الصلوٰۃ و

السلام نے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمادی تو وہ نوجوان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں بھی رونا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، اے نوجوان! کیا ہوا؟ اس نے کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ کا عرش بڑا ہے؟

وہ کہنے لگا:

''اے اللہ کے نبی! میرا گناہ بڑا ہے''۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''تیرا گناہ بڑا ہے یا کرسی بڑی ہے؟''

وہ کہنے لگا:

''اے اللہ کے نبی ﷺ! میرا گناہ بڑا ہے۔''

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''کیا تو نے شرک کا ارتکاب کیا ہے؟''

اس نے عرض کیا:

''اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے شرک کا ارتکاب تو نہیں کیا۔''

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''کیا تو نے اللہ کے کسی بندے کو قتل کر دیا ہے؟''

اس نے عرض کیا:

''اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے کسی بندے کو بھی قتل نہیں کیا''۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''تو پھر ایسا کون سا گناہ ہے کہ جس کو تو اتنا بڑا سمجھ رہا ہے؟''

اس نے عرض کیا:

''اے اللہ کے محبوب ﷺ! میرا گناہ بہت بڑا ہے، میں کئی سالوں سے کفن چوری کا کام کرتا تھا۔ مردوں کے کفن اتار کر بیچتا اور اپنی ضرورت پوری کرتا، چند دن پہلے انصار کی ایک نوجوان لڑکی دفن کی گئی، میں نے اپنی عادت کے مطابق رات کو جا کر اس کا کفن اتارا اور جب کفن اتار کر جانے لگا تو مجھ پر شیطان غالب آیا اور اس نے میری شہوت کو ابھار دیا، میں پلٹا اور میں نے اس مُردہ لڑکی کے ساتھ زنا کیا، جب میں زنا کر کے اٹھنے لگا تو مجھے یوں آواز آئی کہ جیسے وہ لڑکی بول رہی

ہے اور کہہ رہی ہے کہ اے اللہ کے بندے! تو نے
مجھے مردوں کے مجمع میں ننگا کر دیا اور کل قیامت کے
دن اللہ کے حضور حالتِ جنابت میں کھڑا ہونے پر مجبور
کر دیا، اب اس آواز کی وجہ سے میرے دل پر ایسا
رعب ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب
ہے اور میں اللہ کی پکڑ میں ہوں۔''

جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سنا تو آپ ﷺ کو بھی بڑا تعجب ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''تو نے تو بہت بڑا گناہ کیا ہے، تو نے مردہ لڑکی کے
ساتھ ایسا سلوک کیا''۔

جب اللہ کے محبوب ﷺ نے بھی فرما دیا کہ یہ ایک بڑا گناہ ہے تو وہ نوجوان اٹھا اور روتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس نے سوچا کہ اس وقت اللہ کے محبوب ﷺ ناراض ہیں۔ کہیں کوئی ایسی بات آپ ﷺ کے پیارے منہ سے نہ نکل جائے جو میری بربادی کا سبب بن جائے، اس لئے وہ باہر چلا گیا۔

جب وہ وہاں سے نکلا تو سیدھا پہاڑوں میں چلا گیا، وہ نوجوان چالیس دن تک نمازیں پڑھتا رہا، سجدے کرتا رہا اور معافی مانگتا رہا، وہ اللہ کے سامنے عاجزی کرتا کہ اے میرے مالک! میں آپ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور انہوں نے بھی فرمایا کہ یہ تو بہت

بڑا گناہ ہے، اے اللہ! میں اب کہاں جاؤں؟ میرا تو تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔ جیسے کہ کہنے والے نے کہا: ؎

میں تیرے سامنے جھک رہا ہوں خدا
میرا کوئی نہیں ہے اللہ تیرے سوا

جب اس نے چالیس دن معافی مانگی اور اللہ تعالیٰ کو سنایا تو نبی علیہ الصلوٰہ و السلام کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کا سلام پیش کیا اور عرض کیا،

''اے اللہ کے محبوب ﷺ! اللہ رب العزت نے پوچھا ہے کہ اے محبوب ﷺ! بتائیے کہ کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا ہے یا میں نے پیدا کیا ہے؟''

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''اللہ رب العزت نے مجھے بھی اور ساری مخلوق کو بھی پیدا فرمایا''۔

پھر جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ کیا مخلوق کو آپ رزق دیتے ہیں یا میں دیتا ہوں؟''

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''مجھے بھی اور ساری مخلوق کو بھی اللہ رب العزت ہی

رزق عطا فرماتے ہیں۔"

جب یہ باتیں ہوگئیں تو تیسری بات پوچھی گئی کہ مخلوق کو میں نے معاف کرنا ہے یا کسی اور نے؟

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"اللہ رب العزت ہی نے مخلوق کے گناہوں کو معاف کرنا ہے۔"

جب محبوب ﷺ نے یہ فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ:

"اللہ رب العزت نے پیغام بھیجا ہے کہ اے محبوب! اس بندے نے میرے سامنے رو رو کر اتنی معافی مانگی کہ میں نے اس بندے کے گناہ کو معاف کر دیا"۔

پھر اللہ کے محبوب ﷺ نے صحابی کو بھیجا کہ:

"اس نوجوان کے پاس جاؤ اور اس کو خوشخبری سنا دو کہ تیری عاجزی اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہوگئی، اور پروردگار نے تیری مغفرت کا پیغام بھیج دیا ہے۔"

حضرت عمر بن سالم نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ

تبع تابعین میں سے ایک خراسان کے شیخ المشائخ اور اپنے دور

میں بے مثل بزرگ حضرت ابوحفص بن سالم نیشاپوری الحدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ کا شمار بڑے بزرگ اور بلند پایہ صوفیاء میں ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ بغداد کے مشائخ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے لیکن آپ عربی نہ بول سکتے تھے۔ جب بغداد پہنچے تو آپ کے مریدوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ بڑی نامناسب بات ہے کہ خراسان کے شیخ المشائخ کو گفتگو کے لئے ترجمان کی ضرورت پڑے۔ لیکن جب مسجد شونیزیہ میں آئے اور بغداد کے تمام مشائخ بھی وہاں آ گئے تو آپ نے ان کے ساتھ ایسی فصیح عربی میں گفتگو کی کہ تمام مشائخ دنگ اور عاجز رہ گئے۔

توبہ کی وجہ

آپ کی توبہ کی ابتداء اس طرح سے ہوئی کہ آپ ایک کنیز پر فریفتہ ہو گئے تھے۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ نیشاپور کے قریبی ایک گاؤں میں ایک یہودی جادوگر رہتا ہے آپ کے اس کام کا علاج اس کے پاس موجود ہے۔ آپ اس کے پاس گئے اور اپنا حال اس کے سامنے بیان کیا۔ یہودی نے کہا کہ چالیس روز تک تم نہ تو نماز پڑھو، نہ کوئی اچھا عمل کرو اور نہ ہی نیک نیتی کا کوئی کام دل و زبان پر لاؤ پھر میں عمل کروں گا جس سے تمہاری مراد پوری ہو جائے گی۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور جب چالیس روز ہو گئے تو اس یہودی نے جادو کا عمل کیا لیکن آپ کی مراد پوری نہ ہوئی۔

یہودی نے کہا

”اے حفص! اس عرصہ میں تو نے ضرور کوئی نیک کام

کیا ہے خوب سوچ لو"،

حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"اس عرصے میں کسی اچھے عمل کو میں نہیں جانتا جو میرے ظاہر و باطن سے سرزد ہوا ہو، سوائے اس کے کہ ایک روز میں راستہ میں جارہا تھا کہ راہ میں ایک پتھر پڑا تھا جسے میں نے اس ارادہ سے راستہ سے ہٹادیا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے"۔

اللہ تعالیٰ کتنا قدر دان ہے

یہودی نے کہا کہ:

"پھر تو اس اللہ کی نافرمانی نہ کر کہ جس کا فرمان تو نے چالیس دن تک ضائع کیا ہے لیکن اس نے تیری اتنی تکلیف کو ضائع نہیں کیا۔"

یعنی ایک نیکی کی وجہ سے تجھے کفر (جادو) سے محفوظ رکھا، آپ نے یہ سن کر اسی وقت توبہ کرلی اور یہودی بھی مسلمان ہوگیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وسلم علی محمد وعلی اٰله واصحابه و ازواجه وذریته واولاده أجمعین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین.

استغفار کے فوائد و برکات

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد المومنین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرمانی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

خوشخبری

وَعَنْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ يَقُول

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

طُوبَى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيفَتِهِ اسْتِغْفَارًا

كَثِيرًا. (رواه ابن ماجه)

''حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مبارک ہو اس شخص کو جو (قیامت کے دن) اپنے نامہ اعمال میں کثرت کے ساتھ استغفار پائے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للّٰہِ نحمدہٗ علٰی ما انعم وعلّمنا ما لم نعلم والصّلٰوۃ علٰی افضل الرسل واکرم. وعلی آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم.

اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

حٰمٓ ○ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ○ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ○

''حٰم! یہ کتاب اللہ کی طرف سے اتاری جارہی ہے، جو بڑا صاحبِ اقتدار، بڑے علم کا مالک ہے، جو گناہ کو معاف کرنے والا، توبہ مقبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا، بڑی طاقت کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔''

گناہوں کو معاف کرنے اور توبہ قبول کرنے والا اللہ ہی ہے

سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات حٰمٓ سے فرمائی گئی جس کے حقیقی مطلب و معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں، یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ اس کے بعد بطور تمہید کے فرمایا گیا کہ اس کتاب یعنی قرآن کریم کا نزول اُس اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے جس کی یہ صفات ہیں جو آگے بیان فرمائی گئی ہیں۔ گویا سامعین کو پہلے ہی خبردار کر دیا گیا کہ یہ کلام جو ان کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے یہ کسی معمولی ہستی کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ اُس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

جس کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ عزیز ہے، یعنی وہ زبردست ہے۔ سب پر غالب ہے۔ غلبہ اور اقتدار سب کچھ اُسی کو حاصل ہے۔ ساری کائنات اُس کے سامنے مقہور و مغلوب ہے۔ اس کے فرمان سے منہ موڑ کر اگر کوئی شخص کامیابی کی توقع رکھتا ہو اور اس کے رسول سے جھگڑا کر کے اگر کامیاب ہونا چاہتا ہو تو اس کی یہ حماقت ہے، اس کی توقعات کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔ کوئی خدا سے مقابلہ کر کے نہ جیت سکتا ہے اور نہ اس کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔

دوسری صفت عَلِیْم فرمائی: یعنی یہ کہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے اس کا کوئی حکم قیاس اور گمان کی بنا پر نہیں بلکہ ہر چیز کا علم براہ راست رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ انسان کی فلاح اور بہبودی کس چیز میں ہے۔ اس لئے اس کی ہر تعلیم حکمت اور علم صحیح پر مبنی ہے، لہٰذا اس کی ہدایات کو قبول نہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان خود اپنی تباہی کے راستہ پر جانا چاہتا ہے۔ پھر انسانوں کی حرکات وسکنات میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی حتیٰ کہ وہ نیتوں، ارادوں اور دلوں کے راز تک سے واقف ہے، اس لئے انسان کسی طرح سے اس کی سزا سے بچ کر بھی نہیں نکل سکتا۔

تیسری صفت غَافِرِ الذَّنْبِ فرمائی یعنی وہ گناہ معاف کرنے والا ہے۔ یہ صفت اس لئے سنائی گئی کہ جو لوگ اب تک سرکشی کرتے رہے ہیں وہ مایوس نہ ہوں بلکہ اگر وہ اپنی حالت کو درست کرلیں اور غلط روش سے باز آجائیں تو اللہ کے دامن رحمت میں جگہ پاسکتے ہیں۔

چوتھی صفت: قَابِلِ التَّوْبِ فرمائی یعنی وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ توبہ کے معنی ہیں گناہوں اور نافرمانیوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا سچائی کے ساتھ وعدہ کرنا تو اگر کوئی سچے دل سے آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرے یہاں تک کہ وہ کفر وشرک ہی کیوں نہ ہو، اگر ان کو بھی ترک کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے وعدہ کو قبول کرلیتا

ہے اور توبہ سے پہلے ماضی جیسا بھی ہو معاف کر دیا جاتا ہے۔

پانچویں صفت شَدِیْدِ الْعِقَابِ فرمائی، یعنی سخت سزا دینے والا ہے۔ اگر کوئی توبہ نہ کرے، نافرمانیوں پر جما رہے، سرکشی سے باز نہ آئے تو پھر اللہ کی سزا بھی سخت ہے۔ گویا اس صفت کا ذکر کر کے انسانوں کو متنبہ کیا گیا کہ فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کرنے والوں کے لئے اللہ جتنا رحیم ہے، بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کرنے والوں کے لئے اتنا ہی سخت ہے، اور اس کی سزا نہایت ہولناک ہے۔

چھٹی صفت ذِی الطَّوْلِ فرمائی یعنی بڑا صاحب فضل اور بڑی قدرت والا ہے۔

اس کی نعمتیں اور اُس کے احسانات تمام مخلوقات پر ہر آن ہیں۔ بندوں کو جو کچھ بھی مل رہا ہے اسی کے فضل و کرم سے مل رہا ہے۔ پھر اس کے ہاں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں۔

ان چھ صفات کو بیان فرما کر دو حقیقتوں کا اظہار فرمایا ایک تو یہ کہ معبود فی الحقیقت اس کے سوا کوئی نہیں۔ خواہ لوگوں نے کتنے ہی جھوٹے معبود بنا رکھے ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ پلٹ کر یعنی اس دنیا سے گذر کر جانا سب کو آخر کار اُسی کے پاس ہے۔ وہی حساب کتاب لینے والا ہے اور جزا سزا دینے والا ہے لہٰذا اگر اس کو چھوڑ کر کوئی دوسروں کو معبود بنائے

گا تو اپنی اس غلطی کا خمیازہ خود بھگتے گا۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حٰمٓ: جس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے۔ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ گناہ کا بخشنے والا ہے، اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے، قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اسی کے پاس سب کو جانا ہے۔"

استغفار عذاب کے روکنے کا ذریعہ ہے

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیَّ اَمَانَیْنِ لِاُمَّتِیْ ﴿وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ فَاِذَا مَضَیْتُ تَرَکْتُ فِیْھِمُ الْاِسْتِغْفَارَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (رواہ الترمذی)

"حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھ

پر میری امت کے لئے دو امانتیں نازل فرمائی ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ.

''پس جب میں وفات پا جاؤں گا تو ایک امان اُٹھ جائے گی اور دوسری امان یعنی استغفار قیامت کے دن تک کے لئے اپنی امت کے اندر چھوڑ جاؤں گا۔''

فائدہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نضر بن حارث نے ایک مرتبہ اللہ پاک سے یہ دعا مانگی کہ:

''اے اللہ اگر یہ (قرآن) آپ کی طرف سے واقعی اور برحق ہے تو ہم پر (اس کے نہ ماننے کی وجہ سے) آسمان سے پتھر برسادے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کردے''،

اس پر اللہ جل شانہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ.

(درمنثور از بخاری، بیہقی فی الدلائل وغیرہ)

''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان کے اندر آپ ﷺ

کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے اور اللہ تعالیٰ

ان کو عذاب نہ دے گا جس حالت میں کہ وہ

استغفار کرتے رہتے ہیں''۔

آیتِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ دنیا میں عذاب نہ بھیجے گا، اور استغفار کرنے والوں کو بھی عذاب نہ دے گا۔

عذاب دنیاوی سے محفوظ رہنے کے لئے دو چیزیں ارشاد فرمائیں، ایک غیر اختیاری یعنی حضور اقدس ﷺ کا اس دنیا میں تشریف فرما ہونا، یہ امر بندوں کے اختیار میں نہیں جب اللہ نے چاہا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بلالیا۔

دوسری اختیاری چیز یعنی استغفار کرتے رہنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہٗ نے وفات دے کر اٹھالیا جس کی وجہ سے امان کا ایک ذریعہ جاتا رہا اور دوسرا ذریعہ باقی ہے، جو اپنے اختیار میں ہے یعنی استغفار کرتے رہیں اور عذاب سے بچتے رہیں۔

حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی ارشاد نقل کیا

گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو اَمانیں نازل فرمائیں، جن میں سے ایک آپ کا وجود گرامی ہے اور دوسرا استغفار ہے، آپؐ کے تشریف لے جانے کے بعد قیامت تک کے لئے امت کے لئے ایک امان یعنی استغفار باقی ہے۔

اہل مکہ مشرک تھے، ابوجہل ان کا سردار تھا، اس نے نضر بن حارث نے پتھر برسنے یا دردناک عذاب آنے کی دعا مانگی تھی، اللہ جل شانہ نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اور استغفار میں مشغول ہوتے ہوئے اُن پر عذاب بھیجے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے اُن کے اندر موجود تھے یہ تو ظاہر ہی ہے اور استغفار کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ زمانۂ شرک میں جو حج کرتے تھے، اس میں غُفْرَانَکَ، غُفْرَانَکَ کہتے جاتے تھے، یہ الفاظ طلب مغفرت کے لئے بولے جاتے ہیں۔ جب مشرکوں کو امان دی گئی کہ جب تک استغفار کرتے رہیں گے عذاب دنیا میں مبتلا نہ ہوں گے، تو مؤمنین بطریق اولیٰ استغفار کی وجہ سے عذاب دنیا سے محفوظ رہیں گے۔

درمنثور میں آیت بالا کی تفسیر میں مسند احمد سے بروایت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

اَلْعَبْدُ اٰمِنٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مَا اسْتَغْفَرَ اللّٰہَ.

”یعنی بندہ عذاب خداوندی سے امن میں ہے جب تک کہ استغفار کرتا رہے“۔

آیت بالا کی تفسیر اور احادیث کی تشریح سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ استغفار میں لگے رہنا عذاب خداوندی سے حفاظت کا ذریعہ ہے، اور عذاب سے محفوظ رہنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے، استغفار کی وجہ سے دنیا میں عذاب سے محفوظ رہیں گے اور اگر اصول کے مطابق پختہ توبہ ہو تو آخرت کے عذاب سے بچ جائیں گے۔

وَقَانَا اللّٰہُ مِنْ عَذَابِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ .

کسی کی مغفرت کو ناممکن بنانا سنگین جرم ہے

وَعَنْ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ وَاللّٰہِ لاَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لِفُلاَنٍ وَاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ : مَنْ ذَا الَّذِیْ یَتَاَلّٰی عَلَیَّ اَنِّی لاَ اَغْفِرُ لِفُلاَنٍ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلاَنٍ وَاَحْبَطْتُ عَمَلَکَ. او کما قال. (رواہ مسلم)

”حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے کسی (گناہ گار) کے بارے میں کہہ دیا کہ اللہ فلاں کو نہ بخشے گا اور بیشک اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ یہ کون ہے جو قسم کھا کر میرے ذمہ پابندی لگا رہا ہے کہ فلاں کو نہ بخشوں گا، اے شخص جس نے ایسی قسم کھائی ہے میں نے فلاں کو بخش دیا اور تیرے اعمال اکارت کر دیئے۔

فائدہ

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان دخل دینا درست نہیں ہے، کوئی کیسا ہی گناہ گار ہو جب اصول کے مطابق توبہ کرلے گا اللہ جل شانہٗ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص کی کیسے مغفرت ہوگی؟ اس کے پاس تو مغفرت کا کوئی سامان نظر نہیں آتا۔ ان باتوں کی ضرورت کیا ہے؟ ہر ایک کو اپنی فکر کرنی لازم ہے، اپنی عبادت اور تقویٰ پر غرور کرنا اور اپنی مغفرت کا یقین کرلینا اور دوسروں کے گناہوں پر نظر رکھنا اور یہ سمجھنا کہ یہ فلاں کیسے بخشا جائے گا، یہ سب نادانی ہے اور شانِ ایمان کے خلاف ہے۔ اپنا حال معلوم نہیں اور دوسروں کے بارے میں یقین کیے بیٹھے ہیں کہ اس کی

مغفرت نہ ہوگی۔ مغفرت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے وہ اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے، اس میں لوگوں کو دخل دینا بالکل بیجا ہے اور زیادتی ہے، اسی بیجا دخل اندازی پر اللہ جل شانہٗ نے اس شخص کے اعمال حبط فرمادیئے جس نے قسم کھا کر کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فلاں کی مغفرت نہ فرمائے گا، اور اس کو بخش دیا جس کے بارے میں ایسی قسم کھائی تھی۔ کوئی کیسا ہی گنہ گار ہو اس کے بارے میں یہ فیصلہ کرلینا کہ اس کی مغفرت نہ ہوگی جہالت اور حماقت ہے۔

بنی اسرائیل کے دو دوستوں کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کا قصہ نقل فرمایا جو دونوں آپس میں محبت کرتے تھے (لیکن فرق یہ تھا کہ) ان میں سے ایک خوب محنت سے عبادت کرتا تھا اور دوسرا شخص گناہ گار تھا، عبادت گذار شخص اس گناہ گار سے کہتا تھا کہ تو گناہ سے رُک جا، وہ جواب دیتا تھا کہ مجھے چھوڑ دے، میں جانوں اور میرا رب جانے (اسی طرح بات چلتی رہی) یہاں تک کہ عابد نے اس گناہ گار شخص کو ایک دن ایک ایسے گناہ پر پایا جس کے بارے میں اس نے یہ سمجھا کہ یہ عظیم گناہ ہے، اور

اس سے پھر وہی کہا کہ تو گناہ سے باز آجا، اس نے (وہی) کہا کہ مجھے چھوڑ دے میں جانوں اور میرا رب جانے، کیا تو مجھ پر نگران مقرر کر کے بھیجا گیا ہے؟ (یہ سن کر) عابد کو (کو طیش آگیا اور) کہنے لگا کہ اللہ کی قسم، اللہ تجھے کبھی بھی نہ بخشے گا، اور تجھے جنت میں داخل نہ فرمائے گا۔ اس پر اللہ جل شانہ نے فرشتہ بھیجا جس نے دونوں کی روحیں قبض کرلیں اور دونوں کی حاضری اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوئی، اللہ جل شانہ نے گناہ گار سے فرمایا کہ جنت میں داخل ہو جا، اور دوسرے شخص سے فرمایا (جو عابد تھا اور گناہ گار کی بخشش نہ ہونے کی قسم کھا بیٹھا تھا) کیا تو اس پر قادر ہے کہ میرے بندہ سے میری رحمت کو روک دے، کہنے لگا کہ اے پروردگار ایسا تو نہیں ہے۔

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو دوزخ میں لیجاؤ۔

(مشکوٰۃ ص ۲۰۵ عن احمد)

فائدہ

دیکھو گناہ گار شخص گناہ کا اقرار کرنے اور اپنے رب سے مغفرت کی امید رکھنے کی وجہ سے بخشا گیا اور دوسرا شخص اللہ جل شانہ پر جسارت کرنے کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوا۔

ننانوے قتل کرنے والے کی توبہ کا واقعہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بنی اسرائیل کے ایک اور شخص کا واقعہ مروی ہے جس کے راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، وہ بیان فرماتے ہیں کہ :

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے انسانوں کو قتل کر دیا تھا، پھر وہ (اس تلاش میں) نکلا (کہ کوئی اللہ والا مل جائے تو اس سے اپنی توبہ کے بارے میں) سوال کرے، چنانچہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کیا میری توبہ قبول ہوگی؟

راہب نے کہہ دیا کہ نہیں (تیری توبہ قبول نہیں ہوسکتی) اس پر اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا (اور اب مقتولین کی تعداد پوری سو ہوگئی لیکن اس کے بعد بھی) وہ (برابر) پوچھتا رہا (کہ کوئی نیک بندہ ملے جو مجھے توبہ کے بارے میں مشورہ دے) کسی نے کہا کہ فلاں فلاں بستی میں چلا جا، وہ جا رہا تھا کہ راستہ میں اس کو موت آگئی۔

اس نے (مرتے مرتے) اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر دیا، (یعنی بقدر طاقت امکانی اس بستی کی جانب کو بڑھ گیا جہاں توبہ کے مشورہ کے لئے جا رہا تھا)۔

موت آتے ہی رحمت کے فرشتوں اور عذاب والے فرشتوں میں جھگڑا ہوا۔ (رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ توبہ کی فکر میں مرا اس کے ساتھ رحمت والا معاملہ ہونا چاہئے، اور عذاب والے فرشتے کہتے تھے کہ توبہ تو اس نے کی نہیں، لہٰذا عذاب والا معاملہ ہونا چاہئے)۔

اللہ جل شانہٗ نے اس بستی کو حکم دیا جس کی طرف جا رہا تھا کہ تو اس سے قریب ہو جا اور اس بستی کو حکم دیا جس سے روانہ ہوا تھا کہ تو دور کو ہٹ جا، پھر اللہ جل شانہٗ نے (فرشتوں سے) ارشاد فرمایا کہ دونوں بستیوں کے درمیان ناپ لو (دیکھو اس سے کونسی بستی قریب ہے، چنانچہ ناپا گیا) لہٰذا بالشت بھر اس بستی کے قریب نکلا جس کی طرف جا رہا تھا (یعنی پہلی بستی اس سے جس قدر دور تھی دوسری بستی کی مسافت اس سے صرف ایک بالشت قریب تھی) چنانچہ اس کی مغفرت کر دی گئی۔

(مشکوۃ المصابیح)

فائدہ

اللہ اکبر! سو انسانوں کا قاتل جس نے ابھی توبہ نہیں کی تھی، توبہ کے بارے میں سوال کرنے کے لئے نکلا تھا، اللہ جل شانہٗ نے توبہ کے ارادہ سے نکلنے کی قدر دانی فرمائی اور ایک بستی کو قریب اور دوسری کو دور

ہو جانے کا حکم فرمادیا اور دونوں کی مسافتوں میں جو ایک بالشت کا فرق نکل آیا اس کو بہانہ بنا کر مغفرت فرمادی۔ انسان جتنا بھی گناہ گار ہو اللہ کی طرف رجوع کرے، توبہ اور لوازم توبہ میں سے جو کچھ کر سکتا ہو کر گذرے، انشاء اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت ہو گی۔ دیکھو اس شخص کو اتنی بات کام دے گئی کہ مرتے مرتے اس بستی کی طرف کو کھسک گیا، جس کی طرف توبہ کرنے کے لئے جارہا تھا۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ.

استغفار کے تین فائدے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِ سْتَغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجاً وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لاَ یَحْتَسِبُ.

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ، دَاوُدَ وَابْنِ مَاجَۃَ)

"اور حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو استغفار کو اپنے اوپر لازم قرار دے لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ نکال دیتا ہے، اور اسے ہر رنج وغم سے نجات دیتا ہے، نیز اس کو ایسی جگہ سے (پاک وحلال) روزی بہم

پہنچاتا ہے، جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا“۔

فائدہ

استغفار کو اپنے اوپر لازم قرار دے لینے کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی گناہ سرزد ہو جائے یا کوئی آفت و مصیبت اور رنج و غم ظاہر ہو تو استغفار کرے، یا پھر اس کے مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ استغفار پر مداومت و ہمیشگی اختیار کرے کیونکہ زندگی کا کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں ہے، جس میں انسان استغفار کا محتاج نہ ہو اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

طُوبیٰ لِمَنْ وَجَدَ فِی صَحِیْفَتِہٖ اِسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا.

”خوش بختی ہے اس شخص کے لئے جس نے اپنے نامہ اعمال میں استغفار کی کثرت پائی“۔

حدیث میں مذکورہ بالا فضیلت کی بنیاد یہ ہے کہ جو شخص استغفار کو اپنے اوپر لازم قرار دے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے قلب کا تعلق اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کا اعتماد مستحکم و قوی ہوتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اس کا شمار ”اللہ سے ڈرنے والوں“ اور اللہ کی ذات پر اعتماد کرنے والوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے جو مذکورہ بالا حدیث کی بنیاد بھی ہے کہ :

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ
لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ.

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے
(ہر تنگی سے) نکلنے کی راہ نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی
جگہ سے روزی بہم پہنچاتا ہے جہاں اس کو گمان بھی نہیں
ہوتا اور جو شخص اللہ پر اعتماد کرتا ہے اللہ اس کے
لئے کافی ہو جاتا ہے۔"

استغفار سے مغفرت اور مال واولاد کی کثرت

استغفار کی فضیلت اور اس کا فائدہ مند ہونا اس آیت سے بھی
ثابت ہوتا ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ
السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ
وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا.

"پس میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے بخشش مانگو کیونکہ وہ
بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر بکثرت بارش برسائے گا
اور تمہیں مال اور اولاد دے گا اور تمہارے لئے باغ بنائے
گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔"

حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے قحط سالی کی شکایت کی تو انہوں نے اس سے کہا کہ اللہ سے استغفار کرو، پھر ایک شخص نے محتاجی کا شکوہ کیا، اور ایک اور نے اولاد نہ ہونے کی، اور ایک اور نے زمین کی پیداوار میں کمی کی شکایت کی انہوں نے سب ہی سے کہا کہ استغفار کرو! لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس کئی شخص آئے اور سب نے اپنی الگ الگ پریشانی ظاہر کی۔ مگر آپ نے سب ہی کو استغفار کرنے کا حکم دیا اس کی کیا وجہ ہے؟

انہوں نے اس کے جواب میں مذکورہ بالا آیت
فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا الخ پڑھی اور اس طرح انہیں بتایا
کہ میں نے جن جن باتوں کے لئے استغفار کا حکم دیا
ہے اس آیت سے وہ سب ثابت ہیں۔

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللهُ عنهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا أُحِبُّ اَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِهٰذِهِ الْآيَةِ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْ الْآيَةِ فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا

وَمَنْ اَشْرَکَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ .

''اور حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''میں اس آیت یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لاَ تَقْنَطُوْ الاٰیَۃ کے مقابلہ میں اپنے لئے تمام دنیا کا حصول بھی پسند نہیں کرتا''۔

''ایک شخص نے پوچھا کہ جس شخص نے شرک کیا (کیا وہ بھی اس آیت کی بشارت کا مستحق ہے؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کچھ دیر) خاموشی اختیار فرمائی) تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آنے کے بعد یا پھر غور وفکر کر کے جواب دیں) پھر وحی آنے کے بعد یا خود اپنے اجتہاد سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جان لو! جس شخص نے شرک کیا (اور اپنی زندگی ہی میں اس سے توبہ کر لی اور پھر اس کی توبہ قبول بھی ہوئی تو وہ بھی اس آیت کی بشارت کا مستحق ہے) یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی''۔

فائدہ

آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ تھا کہ اگر اس آیت کریمہ کے مقابلے میں مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں بھی دے دی جائیں اور میں دنیا کی ان تمام چیزوں کو خدا کی راہ میں صدقہ کر دوں اور جن چیزوں سے لذت حاصل کی جا سکتی ہے، ان سے لذت حاصل کروں تو بھی میں اسے پسند نہیں کروں گا کیونکہ اس آیت کریمہ میں گناہوں سے مغفرت و بخشش کی سب سے عظیم سعادت کی بشارت دی گئی ہے، جو ایسی ایک دنیا نہیں بلکہ اس جیسی سینکڑوں دنیا کے مقابلے میں کہیں زیادہ گراں قدر ہے، پوری آیت کریمہ یہ ہے :

يَاعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا
مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

"اے میرے وہ بندو جنہوں نے (گناہوں کے ذریعہ) اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے نا امید و مایوس نہ ہو بلا شک اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔"

اسی مضمون کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان اشعار کے

ذریعے ادا کیا ہے۔

اَیَا صَاحِبَ الذَّنْبِ لَا تَقْنَطَنْ فَاِنَّ الْاِلٰہَ رَؤُفٌ رَؤُفٌ

”اے گنہ گار شخص نا امید اور مایوس مت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے بڑا ہی مہربان۔“

وَلَا تَرْحَلَنَّ بِلَا عِدَّۃٍ! فَاِنَّ الطَّرِیْقَ مَخُوْفٌ مَخُوْفٌ

”بغیر زاد راہ کے کوچ نہ کر کیونکہ راستہ بڑا دہشت ناک ہے بڑا ہی دہشت ناک“

گناہ گارو مایوس نہ ہو!

جو گناہ گار ہیں اور اپنے گناہوں کی وجہ سے مایوس ہیں، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک گناہ گار شخص نے موت کے وقت اپنے بچوں سے کہا کہ میں اس قدر گناہ گار ہوں کہ مجھے اپنی بخشش کی امید نہیں ہے اس لئے میرے مرنے کے بعد مجھے جلا کر میری راکھ کو دریاؤں اور جنگلوں میں پھینک دینا۔ اس کی اولاد نے اس کے مرنے کے بعد ویسے ہی کیا جیسے ان کے والد نے وصیت کی تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دریاؤں اور جنگلوں کو حکم دیا کہ اس کی راکھ کو اکٹھا کریں۔ جب اس کی راکھ جمع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر کے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تھا؟ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا ؟

تو اس نے کہا:

قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ يَارَبُّ. فَغَفَرَ لَهُ.

"تیرے ڈر کی وجہ سے اے میرے رب! پس اس کو بخش دیا"

معلوم ہوا کہ جو شخص دل سے اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور توبہ کے لئے خدا کے حضور روتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبے اور سچی توبہ سے اپنی رحمتوں کا دروازہ اس کے لئے کھول دیتا ہے۔

بخشش کی خوش خبری سنادو!

خدا کی صفت رحمت اور مغفرت سب سے وسیع ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

نَبِّئْ عِبَادِيْ اَنِّيْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (سورۃ الحجر)

"میرے بندوں کو آگاہ کردو کہ میں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا ہوں"۔

اس آیت کریمہ میں خدائی بخشش کا عام اعلان ہے کیا ہے کوئی

گناہ گار؟ جو خدا کے اس اعلان کے بعد اس کے دروازے پر جائے اور اپنے گناہ بخشوالائے۔

بخشش کا دریا جوش میں ہے اور گناہ گاروں کے گناہ دھونے کے لئے موج میں ہے اس کی موجیں گناہوں کو اپنے دامن میں بہا کر لے جائیں گی۔ اس لئے گناہ گارو بھاگو اور درِ رحمت سے جھولیاں بھر لاؤ۔

سیّد الاستغفار (بخشش کا وظیفہ)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس وظیفہ کو پڑھے گا اس کی بخشش یقینی ہو جائے گی۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّی لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ ابو ءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ و اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلاَّ اَنْتَ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ یَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ یُمْسِیَ فَهُوَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ. وَمَن قَالَهَا

مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ. (بخاری)

''اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو نے مجھے پیدا کیا ہے، میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد پر پختہ ہوں اور وعدے پر پختہ ہوں اپنی طاقت کے مطابق تجھ سے پناہ چاہتا ہوں اس بات کی جو کیا میں نے اقرار کرتا ہوں ان نعمتوں کا جو مجھے عطا فرمائی گئی ہیں اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا، اے اللہ مجھے بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے۔

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے یقین کے ساتھ اس استغفار کو دن میں پڑھا اور اس کی موت واقع ہوگئی تو وہ شخص جنتی ہوگا اور جس شخص نے اس کو رات میں یقین کے ساتھ پڑھا اور صبح ہونے سے پہلے اس کی موت ہوگئی تو وہ شخص جنتی ہوگا۔''

توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی مانند ہے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنهما قَالَ قَالَ

رَسُوْلَ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ
كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهٗ (رَوَاهُ ابْنِ مَاجَةَ)

''اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گناہوں سے (صحیح اور پختہ) توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو''۔

فائدہ

یہ بات جان لینی چاہیئے کہ جب کوئی گنہ گار شخص صدق دل کے ساتھ اپنے گناہ پر شرمندہ و نادم ہوتا ہے اور شرائط معتبرہ کے ساتھ توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا کیونکہ خود حق تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ.

''اور (اللہ) ایسا ہے جو اپنے بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے۔''

اور ''استغفار'' جو توبہ کے بغیر ہو اور جس کا تعلق خدا کے سامنے اپنے عجز و انکساری اور کسر نفسی کے اظہار سے ہو کبھی تو گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور کبھی نہیں مٹاتا لیکن اس پر ثواب بہرصورت ملتا ہے گویا اس کا انحصار مشیت ایزدی پر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنے فضل و کرم

سے استغفار کے ذریعے گناہ کو دور کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے دور نہیں کرتا لیکن ثواب دونوں صورتوں میں دیتا ہے۔

استغفار کی فضیلت

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِيْ صَحِيْفَتِهٖ اِسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

"اور حضرت عبداللہ ابن بسرؓ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خوش بختی ہے اس شخص کے لئے جس نے اپنے نامہ اعمال میں بہت سارا استغفار پایا۔ (یعنی مقبول استغفار پایا)۔"

فائدہ

استغفار کی فضیلت کے سلسلہ میں یہ حدیث بھی بڑی ہی خوش کن ہے جسے بزارؒ نے حضرت انسؓ سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے کہ "جب اعمال لکھنے والے دونوں فرشتے ہر دن بندے کا اعمال نامہ اوپر لے جاتے ہیں تو حق تعالیٰ اس اعمال نامے کے اول و آخر میں استغفار دیکھ کر

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کے وہ تمام گناہ بخش دیئے جو اس نامۂ اعمال کے دونوں کناروں کے درمیان ہیں، اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص صبح وشام استغفار کرتا ہے اسے یہ فضیلت وسعادت حاصل ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا

وَعَنْ عَائِشَةَ رضیَ الله عنها اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاؤُا اسْتَغْفَرُوْا.

''اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ : '' اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور برائی کریں تو استغفار کریں''۔

فائدہ

انسان کی دو حالتیں ہیں، اس کی زندگی کے تمام اوقات انہی دو حالتوں میں گھرے ہوئے ہیں۔

(۱) اطاعت وفرمانبرداری کی حالت۔ (۲) نافرمانی کی حالت۔

ان دوحالتوں کے لئے دو ہدایات آنحضرت ﷺ نے اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمائی ہیں کہ حالتِ اطاعت میں اظہار مسرت ہو، اور نافرمانی کی حالت میں استغفار کرو، توبہ کرنے میں دیر نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے

وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ حَدِيْثَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ عَنْ نَفْسِهٖ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰى اَنْفِهٖ فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا اَیْ بِيَدِهٖ فَذَبَّهٗ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِی الْاَرْضِ دَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ فَطَلَبَهَا حَتّٰى اِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ اَوْمَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ اَرْجِعُ اِلٰى

مَكَانِیَ الَّذِیْ كُنْتُ فِیْهِ فَاَنَامُ حَتّٰی اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَأْسَهٗ عَلٰی سَاعِدِهٖ لِیَمُوْتَ فَاسْتَیْقَظَ فَاِذَا رَاحِلَتُهٗ عِنْدَهٗ عَلَیْهَا زَادُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَزَادِهٖ. (رَوٰی مُسْلِمُ الْمَرْفُوْعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَحَسْبُ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ الْمَوْقُوْفَ)

"اور حضرت حارث ابن سویدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے مجھ سے دو حدیثیں بیان کیں ایک تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی اور دوسری اپنی طرف سے بیان کی چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ: "مومن اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو اور خوفزدہ ہو کہ پہاڑ اس کے اوپر نہ گر پڑے اور فاجر اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے اس مکھی کو جو اس کی ناک پر آبیٹھے اور وہ اس کی طرف اس طرح یعنی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے اور اسے اڑا دے (حاصل یہ کہ مومن گناہ سے بہت ڈرتا ہے اور اسے اس بات کا خوف رہتا

ہے کہ کہیں میں اس گناہ کی پاداش میں پکڑا نہ جاؤں
اس لئے اس کی نظر میں چھوٹے سے چھوٹے گناہ بھی
بڑے سنگین ہوتے ہیں، لیکن فاجر اپنے گناہوں کی کوئی
پرواہ نہیں کرتا اس کی نظر میں بڑے سے بڑے گناہ کی
بھی کوئی اہمیت نہیں ہوتی)۔
پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا
) کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص
سے زیادہ خوش ہوتا ہے (جو اپنے سفر کے دوران) کسی
ایسے ہولناک میدان میں اترے جہاں سبزہ و درخت کا
نام ونشان تک نہ ہو اور اس کے ساتھ جو سواری ہو اس پر
اس کے کھانے پینے کا سامان ہو پھر (وہ استراحت کے
لئے) وہیں زمین پر سر رکھ کر ایک نیند سو گیا ہو کہ سامان
سے لدی ہوئی) اس کی سواری گم ہو گئی ہے تو وہ اس کی
تلاش میں مصروف ہو گیا ہو یہاں تک کہ گرمی کی تپش
اور پیاس کی شدت اور گرمی اور پیاس کے علاوہ دوسری
تکلیف اور پریشانی کی) ان چیزوں نے جو اللہ کو منظور

تھیں اس پر غلبہ پالیا ہو تو اس نے یہ کہا ہو کہ میں اپنی
جگہ لوٹ چلوں جہاں میں (سر رکھ کر سویا تھا) وہیں
سو جاؤں تا کہ نیند کی حالت میں میرا خاتمہ ہو جائے
چنانچہ وہ اپنے بازو پر سر رکھ کر موت کے انتظار میں سو رہا
ہو کہ اس کی آنکھ کھل جائے اور اچانک وہ دیکھے کہ اس
کی سواری اس کے سامنے موجود ہے جس پر اس کے
کھانے پینے کا سامان موجود تھا۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے
مومن بندہ کی توبہ کی وجہ سے اس شخص سے زیادہ خوش
ہوتا ہے جو اپنی سواری اور اپنے کھانے پینے کا سامان
پا کر خوش ہوتا ہے۔"

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے راضی ہوتا ہے اور
اس کی توبہ قبول کرتا ہے گویا اس حدیث سے اس آیت کریمہ کی
طرف اشارہ ہے کہ :

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ .

"اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے"۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بہت بڑے عالم باعمل

حضرت استاد ابی اسحٰق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے مسلسل تیس برس تک یہ دعا کہ مجھے توبہ نصوح کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے، لیکن میری دعا قبول نہیں ہوئی، میں نے اپنے دل میں بہت تعجب کیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی پاک اور مستغنی ہے کہ میں نے تیس برس تک اپنی ایک خواہش کی تکمیل کی دعا کی لیکن وہ بارگاہ الوہیت میں قبولیت سے نوازی نہیں گئی کہ

جب ہی میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے :

"تمہیں اس بات پر تعجب ہے کیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ تم مانگ کیا رہے ہو؟ تمہاری دعا کا حقیقی منشاء تو یہی ہے نا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوست اور محبوب رکھے؟ تو کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی یہ بشارت نہیں سنی کہ:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ.

لہٰذا اس خواہش کی تکمیل نہ صرف یہ کہ بہت ہی آسان ہے، بلکہ اس کی بشارت بھی دی جا چکی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے توبہ واستغفار کرنا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ

اِلَيْـهِ فِـي الْيَـوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً .

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اللہ کی میں دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں''۔

فائدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی کثرت سے استغفار وتوبہ اس لئے نہیں کرتے تھے کہ معاذ اللہ آپ ﷺ گناہ میں مبتلا ہوتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ معصوم تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرتؐ مقام عبدیت کے سب سے اونچے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے اپنے طور پر یہ سمجھتے تھے کہ شاید مجھ سے خدا کی بندگی وعبادت میں کوئی قصور ہوگیا ہو اور میں وہ بندگی نہ کرسکا ہوں، جو رب ذوالجلال والاکرام کی شان کے لائق ہے، نیز اس سے مقصود امت کو استغفار وتوبہ کی ترغیب دلانا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم اور خیر الخلائق ہونے کے باوجود جب دن میں ستر بار توبہ واستغفار کرتے ہیں تو گنہگاروں کو بطریق اولیٰ استغفار وتوبہ بہت کثرت سے کرنی چاہئے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ :

''روئے زمین پر عذابِ الٰہی سے امن کی دو ہی پناہ گاہیں تھیں ایک تو اٹھ گئی دوسری باقی ہے، لہٰذا اس دوسری پناہ گاہ کو اختیار کرو، جو پناہ گاہ اٹھ گئی وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور جو باقی ہے وہ استغفار ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ.

''اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے، جب تک کہ آپ ﷺ ان میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس حالت میں عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک وہ استغفار کرتے ہوں۔''

خودکشی کرنے والے کی مغفرت ہو سکتی ہے

عن جابر ان الطفيل بن عمرو الدوسی اتی النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقال يا رسول اللّٰه هل لک فی حصنٍ حصينٍ ومنعة قال كان

لدوس حصنٌ فی الجاھلیة فابی ذلک النّبی صلی اللّٰہ علیه وسلم للذی ذخر اللّٰہُ للانصار فلما ھاجر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الی المدینة ھاجر الیه الطفیل بن عمرو وھاجر معه رجل من قومه فاجتروا المدینة فمرض فجزع فاخذ مشاقص له فقطع بھا براجمه فشخبت یداہ حتی مات فراٰہ الطفیل بن عمرو فی منامه فراٰہ وھیئته حسنة وراٰہ مغطیا یدیه فقال ما صنع بک ربُّک فقال غفرلی بھجرتی الی نبیه صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال لهٗ ما لِی اَراک مغطیًا یدیک قال قیل لی لن نصلح منک ما افسدت فقصّھا الطفیل علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اللّٰھُم ولیدیه فاغفر. (رواہ مسلم)

''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمروالدوسی (اپنے قبیلہ کی طرف ہجرت کرنے کی درخواست لیکر)

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ایک مضبوط قلعہ اور محافظ جماعت کی طرف ہجرت کرنا منظور فرما سکتے ہیں۔ روای کہتے ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کے پاس ایک قلعہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس خوش نصیبی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انصار کے لئے مقدر فرمادی تھی ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ ہجرت کی تو طفیل بن عمرو اور ان کی قوم کے ایک اور شخص نے بھی ساتھ ساتھ ہجرت کی۔ اتفاق یہ کہ مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی، ان کا رفیق بیمار پڑ گیا اور.......... تکلیف برداشت نہ کر سکا۔ اس نے اپنے تیر کا پیکان نکال کر اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کے ہاتھوں سے خون بہہ نکلا یہاں تک کہ اس کی وفات ہوگئی۔ طفیل بن عمرو نے انہیں خواب میں دیکھا تو صورت ان کی بہت اچھی تھی مگر ہاتھ ڈھکے ہوئے تھے۔ دریافت کیا کہ تمہارے پروردگار نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے

کی برکت سے مجھے بخش دیا گیا، پھر ان سے پوچھا کہ
تم اپنے ہاتھ ڈھانکے ہوئے کیوں نظر آرہے ہو، اس
نے کہا: مجھ سے یہ کہہ دیا گیا ہے کہ تم نے جو خود
بگاڑا......ہم اسے نہیں سنواریں گے، طفیل نے یہ
خواب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ
نے دعا فرمائی اے اللہ اس کے ہاتھوں کی بھی بخشش
فرمادے۔''

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغفرت میں بھی تجزیہ (تقسیم و بٹوارہ) ہوسکتا ہے، یہاں مغفرت نے طفیل کے رفیق کے سارے جسم کو تو گھیر لیا تھا مگر امانت الٰہیہ میں بیجا دست اندازی کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ شخص کیا ہی خوش نصیب تھا کہ اس کا مقدمہ رحمۃ اللعالمین کے سامنے آگیا اور آپ کے مبارک ہاتھ اس کی سفارش کے لئے اٹھ گئے، پھر کیا تھا رحمت نے اس کی رگ رگ کو گھیر لیا۔

(مسلم ترجمان السنہ ۱۲۴/۲)

گناہِ کبیرہ کو معاف کرانے والا استغفار

وَعَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ غُفِرَلَهٗ وَاِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

’’اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے پوتے حضرت بلال بن یسارؒ کہتے ہیں کہ میرے (والد حضرت یسارؒ) نے مجھ سے حدیث بیان کی جسے انہوں نے میرے دادا (حضرت زیدؓ) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے (یعنی حضرت زیدؓ) نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

’’جو شخص یہ کہے:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ.

’’میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود

نہیں، وہ زندہ ہے اور خبر گیری کرنے والا ہے، تو اس کی
بخشش کی جاتی ہے، اگر چہ وہ جہاد سے بھاگا ہوا ہو
(جو ایک بہت بڑا گناہ ہے)''۔

فائدہ

کوئی بھی دعا ہو، کوئی بھی ذکر ہو اور کوئی بھی عمل وورد ہو جب تک نیت ومقصد کا اخلاص اور دل کی تڑپ ولگن زبان کی ہمنوا نہ ہو، نہ اس دعا کا اثر ہوتا ہے نہ اس ذکر وعمل کا، اسی لئے علماء لکھتے ہیں کہ جب بھی استغفار پڑھا جائے تو صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ پڑھا جائے کیونکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے استغفار کرنے والا درآنحالیکہ وہ اس گناہ پر قائم ہو اپنے پروردگار سے مذاق کرنے والا ہے۔ (نعوذ باللہ)

مُردوں کے لئے بہترین ہدیہ استغفار ہے

وَعَنْ عَبدِاللّٰہ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ اِلَّا
كَالْغَرِيْقِ الْمَتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ
اَبٍ، اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ فَاِذَا الْحِقَتْهُ كَانَ
اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰى

لَتُدْخِلُ عَلٰی اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَان)

''اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر میں مردہ کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی شخص ڈوب رہا ہو اور کسی کو پکار رہا ہو (کہ کوئی اس کا ہاتھ پکڑ کر پانی سے باہر نکال لے) چنانچہ وہ مردہ ہر وقت) اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ اس کے باپ کی طرف سے یا اس کی ماں کی طرف سے یا اس کے بھائی کی طرف سے یا اس کے دوست کی طرف سے اس کو دعا پہنچے پس جب اسے (کسی کی طرف سے دعا پہنچتی ہے تو یہ دعا کا پہنچنا اس کے لئے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو دنیا والوں کی طرف سے دعا کا ثواب پہاڑ کی مانند (یعنی بہت زیادہ ثواب اور رحمت و بخشش) پہنچاتا ہے۔ اور زندوں کی طرف سے مردوں کے لئے بہترین ہدیہ استغفار ہے۔''

آسمان کی طرف سر اٹھا کر استغفار کیجئے

حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور حرہ کی طرف لے گئے، پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا:

''اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما، کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! پہلے آپ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے، یہ کیا بات ہے؟

انہوں نے فرمایا:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے اپنے پیچھے بٹھایا تھا، پھر مجھے ''حرہ'' کی طرف لے گئے تھے۔ پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا:

''اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما، کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا''

پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے تھے، میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے آپ نے

اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے، اس کی کیا وجہ ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں اس وجہ سے مسکرا رہا ہوں کہ میرا رب اپنے بندے پر تعجب کر کے مسکراتا ہے (اور کہتا ہے) اس بندے کو معلوم ہے کہ میرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا" (حیاۃ الصحابہ: ۳/۳۵۰)

استغفار کرنے والے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں

۱...... رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم خطائیں کرتے کرتے زمین و آسمان پُر کر دو (بھر دو) پھر اللہ سے استغفار کرو تو یقیناً وہ تمہیں بخش دے گا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم خطائیں کرو ہی نہیں تو اللہ عزوجل تمہیں فنا کر کے ان لوگوں کو پیدا کریں جو خطا کر کے استغفار کریں اور پھر خدا انہیں بخشے۔ (مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

۲...... حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے انتقال

کے وقت فرماتے ہیں :

"ایک حدیث میں نے تم سے آج تک بیان نہیں کی تھی۔ اب بیان کر دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ عز وجل ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی پھر استغفار کرتی تو خدا انہیں بخشتا۔"

(صحیح مسلم وغیرہ)

۳...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

"گناہ کا کفارہ ندامت اور شرم ساری ہے۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں پھر وہ انہیں بخش دے"۔ (مسند احمد)

۴...... آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو کامل یقین رکھنے والا اور گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو۔"

(مسند احمد، تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۳۶)

فائدہ

ان حدیثوں کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو گناہ پسند ہیں، بلکہ ان حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے بندے اللہ کو بہت پسند ہیں، لہٰذا گناہ گار بندے اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں، گناہوں سے توبہ کریں اللہ تعالیٰ خوش ہو کر معاف فرمائیں گے۔

قابلِ مبارکباد شخص

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِيْ صَحِيْفَتِهٖ اسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا. (ابن ماجہ)

"حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو مبارک ہو جو (قیامت کے دن) اپنے اعمال نامہ میں کثیر استغفار پائے۔"

فائدہ

اس حدیث میں کثرت سے استغفار کرنے کی ترغیب دی ہے اور

یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جس نے اپنے صحیفہ میں استغفار زیادہ تعداد میں پایا اس کے لیے عمدہ حالت کی خوشخبری ہے، کیونکہ ایسا شخص بہت نفع میں رہے گا۔ اور کیوں اس کی حالت عمدہ ہوگی جبکہ استغفار سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، اعمال صالحہ کی کوتاہی بھی دور ہوتی ہے، اعمال کی اصلاح بھی ہوتی ہے جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ العزیز اسی باب کی احادیث سے معلوم ہوگا، اور ظاہر ہے کہ جس نے دنیا میں زیادہ استغفار کیا ہوگا، وہی قیامت کے دن اپنے اعمال نامہ میں زیادہ استغفار پائے گا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ التَّائِبِ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ.

استغفار سے دل آئینہ کی طرح چمکدار ہوجاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِیْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبَهٗ و هو الرَّانُ الذی ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿كَلَّا بَلْ، رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ط﴾

رواه احمد والترمذی و ابن ماجه و قال

الترمذی ھذا حدیث صحیح کمافی المشکوٰۃ ص ۲۰۴.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب مومن بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے پس اگر توبہ واستغفار کرلیتا ہے تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے اور اگر توبہ واستغفار نہ کیا بلکہ گناہوں میں بڑھتا چلا گیا تو یہ (سیاہ داغ) بھی بڑھتا رہے گا یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آجائے گا پس یہ داغ ہی وہ ران ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ.

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

''ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔''

فائدہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بالا سے معلوم ہوا کہ

گناہوں کی وجہ سے دل پر زنگ آجاتا ہے، دل کا میل اور دل کا زنگ دور کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استغفار کو تجویز فرمایا، دل کی صفائی ستھرائی کے لیے استغفار نسخہ کیمیا ہے۔ دل کو گناہوں کی آلائش سے صاف کرنا لازم ہے، لہٰذا اگر کبھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ و استغفار کریں، جو لوگ توبہ و استغفار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے گناہوں کی وجہ سے ان کے دل کا ناس ہو جاتا ہے، پھر نیکی بدی کا احساس تک نہیں رہتا، اور اس احساس کا ختم ہو جانا بدبختی کی علامت ہے۔

لوگوں سے کثرت سے ملنا جلنا خاص کر فاسقوں اور فاجروں کے پاس اٹھنا بیٹھنا دل کی خرابی کا باعث ہے، عوام کے مجمعوں سے گریز کریں اگر سفر وغیرہ میں کہیں ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا پڑ جائے تو استغفار کرتے رہیں اور ان سے جدا ہونے کے بعد بھی استغفار جاری رکھیں تاکہ دل پر جو غلط اثرات ہوتے ہیں وہ زائل ہو جائیں۔

عبادات کی تکمیل کے لئے استغفار کرنا

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ ن الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! عَلِّمْنِیْ دُعَاءً اَدْعُوْبِهٖ فِیْ صَلٰوتِیْ قَالَ: قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. (رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے کوئی دعا بتائیے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہو، کہ اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا، اور گناہوں کو صرف تو ہی بخش سکتا ہے، لہٰذا تو مجھے اپنی مغفرت کے ذریعہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔''

فائدہ

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیر کر تین بار استغفار کرتے تھے۔ بظاہر یہاں استغفار کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ کوئی بیجا کام نہیں کیا جس سے معافی مانگی جائے بلکہ نماز پڑھی ہے جس کے بعد استغفار ہو رہا ہے، نماز بھی کس نے پڑھی ہے؟ سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے! جن کی نماز کی خوبی اور خشوع و خضوع نیز اخلاص و احسان میں کوئی شک نہیں۔

دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز میں دعا کرنے کے لئے کوئی دعاء پوچھی تو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک دعاء بتادی، یہ دعاء معروف ومشہور ہے، اکثر نماز کی کتابوں میں لکھی ہے اور بہت سے نمازی تشہد اور درود کے بعد اس کو پڑھتے بھی ہیں اس میں نماز کے اندر نماز سے فارغ ہونے کے قریب مغفرت طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اس کی ابتداء یہاں سے ہے کہ: ''اے رب! میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے''۔ پڑھی ہے نماز، وہ بھی صدیق اکبرؓ نے! اور اقرار ہو رہا ہے جان پر ظلم کرنے کا، اس میں کیا بھید ہے، یہ غور کرنے کی چیز ہے، بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ عالی بہت بلند ہے، اس کے شایان شان کسی سے عبادت ہو ہی نہیں سکتی۔ عبادت میں جو کوتاہی رہ جائے استغفار سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد استغفار کرتے تھے اور قرآن مجید میں عرفات سے واپس ہو کر استغفار کرنے کا حکم ہے، حج کیا ہے اور اس کے بعد استغفار کا حکم ہوا ہے، اس میں بھی کوتاہی کی تلافی کا راز ہے۔

صحیح طریقہ یہی ہے کہ عبادت کئے جاؤ اور استغفار کئے جاؤ اسی میں خیر ہے، صالحین کا یہی طریقہ ہے جو اُن کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے اتباع میں نصیب ہوا ہے، گناہ ہو جانے پر تو سبھی توبہ و استغفار کرتے ہیں اور مخلصین کاملین نیکی کر کے استغفار کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید المعصومین ہیں، ساری مخلوق سے افضل ہیں، اللہ کے سب سے زیادہ مقرب بندے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے جو کچھ آپ کو عطا فرمایا کسی مخلوق کو نہیں دیا، آپ راتوں رات نماز میں کھڑے رہتے تھے حتیٰ کہ مبارک قدموں پر ورم آ گیا تھا اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے بڑی بڑی محنتیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا.

"سو آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے بیشک وہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا ہے۔"

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثرت سے استغفار کرتے تھے ہم سب کو بھی آپ کا اقتداء لازم ہے، اچھی سے اچھی نیکی کرو، اور استغفار میں لگے رہو اور یہ یقین کرو کہ ہم کیسی ہی عبادت کرلیں اس میں کوتاہی ضرور رہ جائے گی، اور اللہ کی بارگاہِ عالی کے لائق تو عبادت ہو ہی نہیں سکتی، اس لئے عبادت کی تکمیل پر استغفار لازم ہے۔

جس کی غیبت کی ہو اس کیلئے استغفار

وَعَنْ اَنَسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ کَفَّارَۃِ الْغِیْبَۃِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَہٗ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَہٗ. رواہ البیھقی فی الدعوات الکبیر و قال فی اسناد ھذا الحدیث ضعف کما فی المشکوٰۃ ص ۲۱۵.

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غیبت کا ایک کفارہ یہ ہے کہ تو اس کے لئے استغفار کرے جس کی تو نے غیبت کی ہے (اس کے لیے استغفار کرتے ہوئے) یوں کہے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَہٗ. (اے اللہ ہمیں اور اسے بخش دے)

فائدہ

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ کسی کی غیبت کرنا اور غیبت سننا حرام ہے، اس سے بچنے کا اہتمام کرنے والے بہت ہی کم ہیں۔ اول غیبت کا معنی سمجھیں کیونکہ اکثر لوگ اس کے مفہوم شرعی سے ناواقف ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہؓ سے) فرمایا، کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اوراس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا (غیبت یہ ہے کہ) تو اپنے بھائی کو اس طریقہ سے یاد کرے جو اس کو برا لگے، ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ ارشاد فرمائیے کہ اگر وہ بات میرے بھائی کے اندر موجود ہو جس کو میں ذکر کررہا ہوں (کیا یہ بھی غیبت ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو نے اپنے بھائی کے حق میں وہ بات کہی جو اس کے اندر موجود ہے (اور اس کا ذکر اس کو ناگوار ہے) تب تو تو نے اس کی غیبت کی، اور اگر تو نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جو اس کے اندر نہیں ہے تو اس صورت میں تو نے اس پر بہتان باندھا۔ (مشکوٰۃ عن مسلم)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ اسے ناگوار ہو، اس سے ان لوگوں کی جہالت واضح ہوگئی جو یہ کہہ کر غیبت کو حلال کرنے کی غلط کوشش کرتے ہیں کہ ہم نے جھوٹ تو نہیں کہا حقیقت ظاہر کی ہے یہ عیب اور خرابی اس کے اندر موجود ہے جس کے بارے میں ہم نے کہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح طور پر ارشاد فرمادیا کہ جو عیب اور خرابی اور برائی کسی کے

اندر موجود ہو اس کا بیان کرنا ہی تو غیبت ہے، اگر جھوٹ کہہ دیا کہ فلاں شخص میں فلاں عیب اور فلاں برائی ہے حالانکہ وہ اس سے بری ہے تو یہ بہتان ہے۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ میں اس کے منہ پر کہہ دوں گا اور کہہ بھی دیتے ہیں لیکن اس سے غیبت کرنا حلال نہیں ہو جاتا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ اسے ناگوار ہو، معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں گناہ کی بنیاد دل دُکھنے اور ناگوار ہونے پر ہے، سامنے برائی کی جائے تب گناہ ہے اور پیچھے برائی کی جائے تب گناہ ہے۔

غیبت کرنا مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے

قرآن مجید میں غیبت کرنے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر بتایا ہے، سورہ حجرات میں :

وَ لَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا ط اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ ج اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ .

''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ

بھائی کا گوشت کھائے، پس اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو، اور
اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا
نہایت مہربان ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ جس طرح مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے نفرت ہے اسی طرح اس کی غیبت سے نفرت کرو۔

غیبت کرنا اور غیبت سننا دونوں ظلم کی فہرست میں آجاتے ہیں، ظلم صرف یہی نہیں ہے کہ بیجا مار پیٹ کر دے اور رقم چھین لے، بلکہ کسی کو بے آبرو کرنا سامنے ہو یا پیچھے یہ سب ظلم ہے۔ بندوں پر جو ظلم ہو جائے اس کی معافی جب ہی ہوتی ہے جب بندہ سے معافی مانگ لی جائے یا اس کا حق ادا کر دیا جائے۔ مالی حق تو مال دے کر ادا ہو جاتا ہے اور صاحب حق مر جائے تو اس کے وارثوں کو مال پہنچا کر یا اُن سے معافی مانگ کر سبکدوشی ہو سکتی ہے، لیکن اگر کسی کی غیبت کی یا غیبت سنی تو یہ صرف اسی کے معاف کرنے سے معاف ہو سکتی ہے جس کی غیبت ہوئی ہے، اس کو وارث بھی معاف نہیں کر سکتے، جو شخص وفات پا چکا یا کہیں ایسی جگہ ہے جہاں ڈاک نہیں جا سکتی اور خود بھی نہیں پہنچ سکتے یا باوجود انتہائی کوشش کے اس کا پتہ نہیں چل سکتا اور ہم اس کی غیبت کر چکے ہیں یا سن چکے ہیں تو اب

اس کی تلافی اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس کے لیے بار بار استغفار کیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے لے مغفرت کی دعا کی جائے جس سے دل مطمئن ہو جائے کہ اس کی غیبت کی تلافی ہو چکی ہے۔

حدیث بالا میں اس کے لیے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَہٗ.

''اے اللہ! ہماری اور اس کی مغفرت فرما''۔

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اگر اس کو غیبت کی خبر مل چکی ہے تو اس سے معافی مانگنا لازم ہے اور اگر اس کو غیبت کا پتہ نہیں چلا ہے تو اس کے لئے استغفار کریں اور اتنا استغفار کریں کہ غیبت کی تلافی ہو جائے اور دل مطمئن ہو جائے کہ اگر اس کو غیبت اور استغفار دونوں کا پتہ چل جائے تو دل سے راضی ہو جائے گا، اس میں مصلحت یہ ہے کہ اگر اس کو غیبت کا پتہ نہیں چلا ہے پھر اس سے جا کر کہیں گے کہ ہم نے تیری غیبت کی ہے تو اس کو تکلیف پہنچے گی، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس کو غیبت کا علم نہ ہوا ہو تو استغفار کر کے تلافی کر دی جائے۔

خوب سمجھ لیں کہ غیبت کرنے اور غیبت سننے کا سخت وبال ہے، اس میں بہت سے ایسے لوگ بھی مبتلا ہیں جو دیندار سمجھے جاتے

ہیں۔ ایسے لوگ بہت خسارہ میں ہیں جو غیبت کر کے اپنی نیکیاں دوسروں کے حوالہ کرتے رہتے ہیں۔

میدان آخرت میں نیکیوں اور گناہوں سے لین دین ہوگا وہاں درہم و دینار نہ ہوگا، جن کی غیبت کی ہوگی یا سنی ہوگی یا تہمت باندھی ہوگی نیکیاں لے اڑیں گے اور غیبت کرنے والے کی نیکیوں سے پورا نہ پڑا تو جس کی غیبت کی ہے اس کے گناہ لیکر غیبت کرنے والے کے سر ڈال دیئے جائیں گے پھر دوزخ میں داخل کردیا جائے گا، جس کسی کو کسی بھی طرح تکلیف پہنچائی ہو، آبروریزی کی ہو یا کوئی حق دبایا ہو اس سے معافی مانگیں اور حق ادا کریں اور عمومی طور پر سب کے لیے یہ دعا کیا کریں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اتَّخَذْتُ عِنْدَکَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُهٗ شَتَمْتُهٗ لَعَنْتُهٗ جَلَّدْتُّهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّ زَکٰوةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ.

''اے اللہ میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں جو امید ہے کہ آپ ضرور ہی قبول فرمائیں گے وہ

یہ کہ میں ایک انسان ہوں بس جس کسی کو میں نے
تکلیف دی، برا بھلا کہا، لعنت کی، کوڑا مارا تو
میرے اس عمل کو آپ اس کے لیے رحمت اور
پاکیزگی اور اپنی نزدیکی کا ذریعہ بنادیں جس کے
ذریعہ آپ قیامت کے دن اس
کو اپنے قرب سے نوازدیں۔“

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا ہے جسے امام مسلمؒ نے بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا ہے، بہت ہی ضرورت اور کام کی چیز ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید المتقین تھے کسی کو تکلیف دینے کا وہاں تصور بھی نہ تھا، پھر بھی مذکورہ بالا دعا کو اختیار فرمایا، ہم لوگوں سے تو طرح طرح زیادتی مخلوق خدا پر ہوتی رہتی ہے، لہٰذا حقوق کی ادائیگی کا فکر کرتے ہوئے اس دعاء کو بھی جاری رکھیں، یاد بھی نہیں ہے کہ کس کس پر کیا کیا زیادتی کی ہے اس دعا سے بہت کچھ تلافی ہوگی۔

واللہ الموفق والمستعان.

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے

فضل سے ہم کو قرآن اور توحید اور رسالت پر ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان نعمتوں کا قدر دان بنائیں اور ان نعمتوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام ظاہری و باطنی چھوٹے اور بڑے تمام گناہوں کو اپنی شان غفور الرحیمی سے معاف فرمادیں اور ہمیں سچی توبہ کی توفیق نصیب کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنی گرفت اور عقاب سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں اور اپنے خزانہ غیب سے ہمارے دین و دنیا کی کفالت فرمائیں۔ آمین،

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

☆......☆......☆......☆

اچھے اخلاق اپنائیے

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد المرشدین قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرمی دار الکتب کراچی

جامعہ ملت شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230
0333-2124384

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

عَنْ عَائشَه رَضِیَ اللّٰہُ عنھا قَالَتْ کَانَ رَسولُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ. (رواہ احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں یوں کہتے تھے

اے میرے اللہ تم نے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ

اچھی بنائی ہے پس (اسی طرح) میرے اخلاق بھی

اچھے کردے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للّٰہِ نحمدہ علٰی ما انعم وعلّمنا ما لم نعلم والصّلٰوۃ علٰی افضل الرسل واکرم. وعلی آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم.

اما بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

"وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم."

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ. وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اخلاق کا معنٰی ومفہوم

آج کی مجلس میں اخلاق کے موضوع پر کچھ باتیں عرض کرنی ہیں۔ اخلاق کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کا قول وفعل اور دیگر معاملات اور

اس کے حرکات وسکنات ایسے ہوں کہ اس سے کسی دوسرے مسلمان کیا بلکہ کسی انسان کو اذیت اور تکلیف نہ پہنچے، بلکہ ہر شخص کی مکمل کوشش یہ ہو کہ اس کا ہر قول وفعل معاشرت اور معاملہ ایسا ہو کہ اس سے دوسرے کو راحت اور سکون ہو۔ اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب اگلے شخص کے بارے میں ہمارے دل میں ادب واحترام کا جذبہ موجود ہو۔

دین میں اخلاقِ حسنہ کا درجہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیم میں ایمان کے بعد جن چیزوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے، اور انسان کی سعادت کو ان پر موقوف بتلایا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اخلاقِ حسنہ اختیار کرے، اور برے اخلاق سے اپنی حفاظت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے جن مقاصد کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے، ان میں ایک یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ کو انسانوں کا تزکیہ کرنا ہے۔

وَيُزَكِّيهِمْ

اور اس تزکیہ میں اخلاق کی اصلاح اور درستی کی خاص اہمیت ہے۔ حدیث کی مختلف کتابوں میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون روایت کیا گیا ہے کہ:

"میں اخلاق کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔"

فائدہ

یعنی اصلاحِ اخلاق کا کام میری بعثت کے اہم مقاصد اور میرے پروگرام کے خاص اجزاء میں سے ہے۔

اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا کیونکہ انسان کی زندگی اور اس کے نتائج میں اخلاق کی بڑی اہمیت ہے، اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کی اپنی زندگی بھی قلبی سکون اور خوشگواری کے ساتھ گذرے گی اور دوسروں کے لئے بھی اس کا وجود رحمت اور چین کا سامان ہوگا،

اور اس کے برعکس اگر آدمی کے اخلاق برے ہوں، تو خود بھی وہ زندگی کے لطف و مسرت سے محروم رہے گا اور جن سے اس کا واسطہ اور تعلق ہوگا، ان کی زندگیاں بھی بے مزہ اور تلخ ہوں گی۔

یہ تو خوش اخلاقی اور بد اخلاقی کے وہ نقد دنیوی نتیجے ہیں جن کا ہم آپ روز مرہ مشاہدہ اور تجربہ کرتے رہتے ہیں، لیکن مرنے کے بعد والی ابدی زندگی میں ان دونوں کے نتیجے ان سے بدرجہا زیادہ اہم نکلنے والے ہیں، آخرت میں خوش اخلاقی کا نتیجہ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنُ کی رضا اور جنت

ہے اور بداخلاقی کا انجام خداوند قہار کا غضب اور دوزخ کی آگ ہے۔اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا !

خوش اخلاقی کی فضیلت واہمیت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِـہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا.

(رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔''

خوش خلقی عبادت ہے

کسی مومن کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا، اللہ رب العزت کے نزدیک یہ بھی عبادت ہے، کھلے چہرے کے ساتھ، کھلی پیشانی کے ساتھ، بشاشت کے ساتھ پیش آنا، چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے:

''جو مسلمان بھائی کو ملتے ہوئے مسکرا کے ملتا ہے، اس کا

یہ مسکرانا بھی صدقہ کرنے میں لکھا جاتا ہے، اور جب
مصافحہ کرتے ہوئے ان کے ہاتھ ہلتے ہیں تو ان کے
گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے پت جھڑ کے موسم میں
درختوں کے پتے جھڑ جایا کرتے ہیں۔"

فائدہ

اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں کہ میرے بندے پیار اور محبت سے ملیں، تو یہ اچھے اخلاق ہم اپنے اندر پیدا کریں، تاکہ ہم دوسروں کے لیے آرام کا اور خوشیوں کا سبب بن سکیں۔

سب سے بہترین چیز

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سب سے بہترین چیز کونسی ہوسکتی ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہو، آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ایسی چیز حسن اخلاق ہے۔

تو اچھے اخلاق سب سے بڑی نعمت، سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا ہتھیار ہے، جس کے پاس بھی یہ ہوتا ہے اس سے وہ بہت نفع اٹھاتا ہے۔

جنت میں لیجانے والے دو عمل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: ''کیا تم کو معلوم ہے کہ جنت کے اندر لوگوں کو سب سے زیادہ تعداد میں کیا چیز لے جائے گی؟'' صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتا ہے ۔فرمایا: جنت کے اندر سب سے زیادہ تعداد میں لوگوں کو لیجانے والی چیز تقویٰ اور حسن اخلاق ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے خود سنا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرما رہے تھے: مومن حسن اخلاق کی وجہ سے

قَائِمُ اللَّيلِ.

''رات کو ہمیشہ عبادت کرنے والا''

اور

صَائِمُ النَّهَارِ. (ابو داؤد)

''دن کو ہمیشہ روزہ رکھنے والے) کا درجہ پالیتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک سب سے زیادہ پیارے لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ (بخاری)

صحیحین کی ایک دوسری روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے برگزیدہ لوگوں میں سے میرے نزدیک وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

بیہقی نے شعب الایمان میں ایک مزنی شخص کی روایت کے حوالہ سے اور شرح السنہ میں حضرت اسامہ بن شریک کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سب سے اچھی چیز آدمی کو کیا دی گئی ہے؟''

فرمایا: ''اچھا اخلاق۔''

اچھے اخلاق والا کامل مؤمن ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا.

(رواہ ابو داؤد و الدارمی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔''

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ ایمان اور اخلاق میں ایسی نسبت ہے کہ جس کا ایمان کامل ہوگا، اس کے اخلاق لازماً بہت اچھے ہوں گے، اور علیٰ ہذا جس کے اخلاق بہت اچھے ہوں گے اس کا ایمان بھی بہت کامل ہوگا، واضح رہے کہ ایمان کے بغیر اخلاق بلکہ کسی عمل کا حتیٰ کہ عبادات کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہر عمل اور ہر نیکی کے لئے ایمان بمنزلہ رُوح اور جان کے ہے اس لئے اگر کسی شخصیت میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے بغیر اخلاق نظر آئے، تو وہ حقیقی اخلاق نہیں ہے، بلکہ اخلاق کی صورت ہے، اس لئے اللہ کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

اخلاق حسنہ کا میزان عمل میں بھاری ہونا

عَنْ اَبِیْ الدَّرْدَاءِ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَثْقَلُ شَیْءٍ یُوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ. (رواہ ابوداؤد والترمذی)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مومن کے میزانِ عمل میں سب سے زیادہ وزنی اور بھاری چیز جو رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔"

عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا خَيْرُ مَا اُعْطِيَ الْاِنْسَانُ؟ قَالَ اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ. (رواه البيهقى فى شعب الايمان و البغوى فى شرح السنة عن اسامة بن شريك)

"قبیلہ مزنیہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سب سے بہتر کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "اچھا اخلاق"۔ (اس کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے اور امام بغوی نے شرح السنہ میں اس حدیث کو اسامہ بن شریک صحابی سے روایت کیا ہے)"۔

فائدہ

ان حدیثوں سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا کہ اخلاقِ حسنہ کا درجہ ایمان یا ارکان سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ان ارشادات کے مخاطب تھے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم وتربیت سے یہ تو معلوم ہی ہو چکا تھا کہ دین کے شعبوں میں سب سے بڑا درجہ ایمان اور توحید کا ہے اور اس کے بعد ارکان کا مقام ہے، پھر ان کے بعد دینی زندگی کے جو مختلف اجزاء ہیں ان میں مختلف جہات سے بعض کو بعض پر فوقیت اور امتیاز حاصل ہے اور بلا شبہ اخلاق کا مقام بہت بلند ہے، اور انسانوں کی سعادت اور فلاح میں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی مقبولیت ومحبوبیت میں اخلاق کو یقیناً خاص الخاص دخل ہے۔

اچھے اخلاق کی بدولت قائم اللّیل وصائم النہار کا درجہ حاصل ہونا

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ سَلّٰی لِلّٰہُ عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیُدْرِکُ بِحُسْنِ خُلُقِہٖ دَرَجَۃَ قَائِمِ اللَّیْلِ وَصَائِمِ النَّھَارِ۔

(رواہ ابو داؤد)

’’حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ صاحب ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ حاصل کرلیتا ہے جو رات بھر نفلی نمازیں پڑھتے ہوں، اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں۔‘‘

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جس بندہ کا حال یہ ہو کہ وہ عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے سچا مومن ہو، اور ساتھ ہی اس کو حسن اخلاق کی دولت بھی نصیب ہو، تو اگرچہ وہ رات کو زیادہ نفلیں نہ پڑھتا ہو، اور کثرت سے نفلی روزے نہ رکھتا ہو، لیکن پھر بھی وہ اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے ان شب بیداروں میں عبادت گذاروں کا درجہ پالے گا جو قائم اللیل اور صائم النہار ہوں یعنی جو راتیں نفلوں میں کاٹتے ہوں اور دن کو عموماً روزہ رکھتے ہوں۔

اچھے اخلاق والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍ رضی اللہ عنہُ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ

أَحَبُّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا. (رواه البخاری)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دوستوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔''

فائدہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، اسی طرح ہے کہ

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا.

''تم دوستوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں اور قیامت کے دن ان ہی کی نشست بھی میرے زیادہ قریب ہوگی جن کے اخلاق تم میں زیادہ بہتر ہیں) گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت اور قیامت کے دن آپ کا قرب نصیب ہونے میں حسن اخلاق کی دولت کو خاص دخل ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ اخلاق کی قرآنی شہادت

عمدہ اخلاق آدمی کی شرافت و بزرگی کی علامت اور پہچان ہوتے ہیں۔ آدمی کا اخلاق جتنا بلند ہوگا اُتنا ہی وہ اللہ کا محبوب اس کا مقرب اور لوگوں میں پسندیدہ ہوگا۔

انسانوں میں محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق سب سے اعلیٰ اور سب بلند ہے جس کی شہادت خود قرآن پاک نے دی ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم.

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سنئے، وہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ رسولُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم اَحْسَنُ النَّاسِ خُلقًا. (متفق عليه)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ عمدہ اخلاق والے تھے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اپنے اہل خانہ کے ساتھ

اپنے متعلقین کے ساتھ دوستواور دشمنوں سبؐ کے ساتھ حسن معاشرت، عمدہ اخلاق اور محبت وایثار کے ساتھ رہے۔ جس کی مثال نہیں ملتی۔

ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی اسی طرح نقل کی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) مشرکوں کے لئے بد دعا کر دیجئے، فرمایا مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ محض رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔
(مسلمؒ)

خلق عظیم کا مفہوم

حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد کا قول ہے کہ خلق عظیم سے مراد دینِ عظیم یعنی دین اسلام ہے، اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کوئی مذہب نہیں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خلق عظیم آدابِ قرآنی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اخلاق کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خلق قرآن تھا کیا تم قرآن (میں) نہیں پڑھتے۔

(بخاری ومسلم)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خلق عظیم ہی اوامر الٰہیہ کا امتثال اور ممنوعات سے اجتناب یعنی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس اخلاق پر ہیں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے۔

خادمِ خاص کے ساتھ آپ ﷺ کا حسنِ اخلاق

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ الہ وسلم کی خدمت کی، لیکن حضور ﷺ نے کبھی مجھے ہوں بھی نہیں فرمایا، اگر میں نے کوئی کام کرلیا تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا اور نہیں کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بڑے ہی خوش خلق تھے کوئی ریشم، کوئی سلک بلکہ کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم میں نے نہیں چھوئی نہ حضورؐ کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار کسی مشک اور عطر کو پایا۔

(مسلم و بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے آپ سے کچھ کام ہے، ارشاد فرمایا:

"اے عورت تو مدینہ کی جس گلی میں چاہے بیٹھ جا میں بھی تیرے پاس بیٹھ جاؤں گا"،

چنانچہ حضور اس کے پاس (زمین پر) بیٹھ گئے اور اس نے اپنا کام پورا کرلیا۔ حضرت انس کی روایت ہے کہ مدینہ کی باندی بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑ کر جہاں چاہتی لیجاتی تھی۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اگر کوئی مصافحہ کرتا تو حضور دست مبارک اس کے ہاتھ سے اس وقت تک الگ نہ کرتے جب تک وہ خود ہی اپنا ہاتھ الگ نہ کرلیتا نہ اپنا رخ اس کی طرف سے پھیرتے نہ حضور صلی الہ علیہ والہ وسلم کو کسی ہم نشین کے سامنے زانو آگے بڑھائے دیکھا گیا۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے راہِ خدا میں جہاد کے بغیر کبھی اپنے ہاتھ سے (کسی کو) کوئی چیز نہیں ماری، نہ کسی خادم کو مارا، نہ عورت کو، نہ کسی حق تلفی کرنے والے سے انتقام لیتے تھے، ہاں اگر کوئی ضوابط الہیہ کی خلاف ورزی کرتا تھا تو اس کو اللہ کے واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سزا دیتے تھے۔ (مسلم)

اچھے اخلاق کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اَحْسَنْتَ
خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ. (رواہ احمد)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دعا میں اللہ
تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے: ''اے میرے اللہ
تو نے اپنے کرم سے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی
بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی اچھے کردے''۔

فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسن اخلاق کی دعا بہت سے موقعوں پر مختلف الفاظ میں روایت کی گئی ہے، انشاء اللہ کتاب الدعوات میں آپ کی وہ دعائیں نقل کی جائیں گی۔

یہاں ان میں سے صرف ایک دعا اخلاق کے حوالہ سے پڑھ لیجئے۔

صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ والہ وسلم کی نماز تہجد کی کچھ تفصیل روایت کی گئی ہے، اسی میں ہے کہ آپ نے دورانِ نماز میں جو دعائیں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے مانگیں ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی:

وَاھْدِنِیْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ فَأَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ.

"اے میرے اللہ! تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہتر اخلاق کی رہنمائی نہیں کرسکتا، اور برے اخلاق کو میری طرف سے ہٹادے ان کو تیرے سوا کوئی ہٹا بھی نہیں سکتا۔"

انسان اپنے اخلاق سے پہچانا جاتا ہے

انسان اپنے اخلاق سے پہچانا جاتا ہے، جس انسان کے اخلاق اچھے ہوں، لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہے، اللہ کے بندوں کے لیے راحت جان بن کر رہے، لوگ اس انسان کے ساتھ رہ کر خوش ہوتے ہیں، اسے اپنے دلوں میں جگہ دیتے ہیں، اس کے ساتھ رہنے کی دل میں آرزو اور تمنا کرتے ہیں، وہ انسان اللہ کے بندوں کے لیے رحمت بن کر زندگی گزارتا ہے، اسی طرح جس انسان کے اخلاق اچھے نہ ہوں، لوگ

اس کے پاس بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتے۔

اسی لیے دین اسلام نے اچھے اخلاق پر بہت زور دیا ہے، انسان وہی ہوتا ہے جس میں انسانیت ہو، جو اللہ کے بندوں کے لیے رحمت بن کر رہے، جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے، سکھ پہنچائے، دوسروں کی مصیبت میں کام آئے، دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے، اللہ کی مخلوق کے ساتھ اللہ رب العزت کی نسبت سے محبت کرے۔

بداخلاق حیوانوں سے بھی بدتر انسان ہے

جو انسان دوسروں کے دل دکھائے، جو انسان دوسروں کے لیے وبال جان بن کر رہے، وہ انسان نہیں، وہ دوسروں کے لیے مصیبت ہے، وہ حیوان ہے بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ، بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ. (سورہ)

"یہ تو جانور ہیں بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں، وہ غفلت میں پڑنے والے ہیں۔"

آج درسِ اخلاق کی ضرورت ہے

جب آپ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بدخواہ دیکھیں، تو

سمجھ لیں کہ دین کی دھجیاں اڑ چکیں، دین کے پرخچے اڑ چکے، اب دین درمیان میں نہیں رہا، اور آج تو ہم دین والے، جنہوں نے وضع قطع دین داروں والی بنائی ہوتی ہے، آپس میں الجھ رہے ہوتے ہیں، اکٹھا مل کر رہنا ہمارے لیے مشکل ہوتا ہے، شاید سینگوں والے جانوروں کو اکٹھا کمرے میں رکھ دیں تو وہ بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہ لیں گے، اور اگر ہم بے سینگ کے جانوروں کو اکٹھا رکھیں تو ہماری ایک دوسرے سے نہیں بنے گی۔

کیا وجہ ہوتی ہے؟

اخلاق نہیں سیکھے ہوتے، کسی نے اخلاق کا درس نہیں دیا ہوتا، کسی نے بتایا نہیں ہوتا کہ اخلاق کی اللہ کے ہاں کیا قیمت ہے، یہ سمجھنے کی بات ہے اور اس کو سمجھیں تا کہ ہم صحیح معنوں میں مسلمان بن کر زندگی گزاریں، دوسروں کے حقوق کی رعایت کریں، دوسروں کو فائدہ پہنچائیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ كَانَ اٰخِرَ مَا وَصَّانِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَعْتُ رِجْلِيْ فِي الْغَرْزِ اَنْ قَالَ يَا مُعَاذُ

اَحْسِنْ خُلُقَکَ لِلنَّاسِ. (رواه مالک)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری وصیت مجھے کی تھی جبکہ میں نے اپنا پاؤں اپنی سواری کی رکاب میں رکھ لیا تھا، وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: لوگوں کے لئے اپنے اخلاق کو بہتر بنانا، یعنی بندگانِ خدا کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔''

فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا، مدینہ طیبہ سے ان کو رخصت کرتے وقت آپ نے خاص اہتمام سے بہت سی نصیحتیں کیں تھیں، جو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف ابواب میں مروی ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشارہ اس حدیث میں اسی موقع کی طرف ہے، اور ان کا مطلب یہ ہے کہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اپنی سواری پر سوار ہونے لگا، اور اس کی رکاب میں پاؤں رکھا، تو اس وقت آخری نصیحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے مجھ سے یہ فرمائی تھی کہ: اللہ کے بندوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

واضح رہے کہ خوش اخلاقی کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ جو عادی مجرم اور ظلم پیشہ بدمعاش سختی کے مستحق ہوں اور سختی کے بغیر ان کا علاج نہ ہوسکتا ہو ان کے ساتھ بھی نرمی کی جائے، یہ تو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور مداہنت ہوگی، بہرحال عدل وانصاف اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندی کے ساتھ مجرموں کی تادیب اور تعزیر کے سلسلہ میں ان پر سختی کرنا کسی اخلاقی قانون میں بھی حسن اخلاق کے خلاف نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد اخلاق کی درستگی

عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ. (رواه فی المؤطا و رواه احمد عن ابی هريرة)

”حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے ارشاد

فرمایا: میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچادوں۔
(امام مالک رحمۃ اللہ عنہ نے اس کو اپنی موطاء میں اسی طرح بغیر کسی صحابی کے حوالے کے روایت کیا ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے)"۔

فائدہ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اخلاق کی اصلاح اور مکارم اخلاق کی تکمیل آپ کے خاص مقاصدِ بعثت میں سے ہے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا قرآن مجید میں جس تزکیہ کو آپ کا خاص کام بتلایا گیا ہے اخلاق کی اصلاح اس کا اہم جز ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا. (متفق عليه)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لوگوں میں سب سے
زیادہ اچھے اخلاق کا مجموعہ تھے"۔

فائدہ

دنیا کے سارے ہی مذہبوں کی بنیاد اخلاق پر ہے اللہ جل شانہ نے جتنے انبیاء دنیا میں بھیجے سب کی یہی تعلیم رہی ہے لیکن مذہب اسلام کے دوسرے باب کی طرح اس باب میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس میں سب سے آگے رہے اور جو آپ ﷺ نے اخلاق کا نمونہ پیش فرمایا اس سے سب عاجز ہو گئے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر خود ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ.

"میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تحقیق حال کے لئے مکہ بھیجا کہ "وہ کیسے نبی ہیں" تو ان کے بھائی نے یہ کہا:

رَاَیْتُهٗ یَأْمُرُ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ.

میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں (اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخلاق آپؐ کے دوست اور دشمن دونوں کے لئے یکساں تھے)۔

معافی ودرگذر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج تھا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ پیدل جارہا تھا، حضورﷺ اس وقت نجرانی چادر موٹی کناری کی پہنے ہوئے تھے ایک دیہاتی آپہنچا اور چادر پکڑ کر اتنی زور سے کھینچی کہ حضورؐ کی گردن کے ایک طرف چادر کی کناری کا نشان پڑ گیا اس کے بعد کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) جو خدا کا مال تیرے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ دینے کا حکم دیدے، حضورﷺ نے اس کی طرف رخ پھیرا اور ہنس دیئے پھر کچھ عطا فرمانے کا حکم دیا۔

(مسلم و بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سب سے زیادہ حسین سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

(مسلم و بخاری)

حضرت جابر کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی سوال کے جواب میں نہیں، کبھی نہ فرمایا۔ (مسلم و بخاری)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حنین سے واپسی میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا (اثناءراہ میں) کچھ دیہاتی مانگنے کے لئے حضور سے چمٹ گئے یہاں تک کہ آپ ایک کیکر کے درخت کی پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، دیہاتیوں نے حضور ﷺ کی چادر جھپٹ لی، آپ کھڑے ان سے فرما رہے تھے، مجھے میری چادر دے دو، اگر میرے پاس ان سنگریزوں کے برابر بھی اونٹ ہونگے تو میں تم کو بانٹ دونگا، تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ کم حوصلہ (یا بزدل)۔

(بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہ فحش گوئی کے عادی تھے نہ بناوٹی فحش الفاظ زبان سے نکالتے تھے نہ بازاروں میں چیختے چلاتے تھے نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے اور درگذر فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (احمد)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عظیمہ کی جھلکیاں

نبی علیہ السلام کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ اچھے اخلاق کے ذریعے

لوگوں کے دل جیت لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سخت سے سخت دشمن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گرویدہ ہو جاتا تھا اور اس کی دشمنی جاتی رہتی تھی اور پھر آپ پر اپنی جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار رہتا اور ضرورت پڑنے پر جان قربان بھی کر دیتا تھا۔ علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے پھیلا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں کے دل کیسے جیتے

ایک شخص دیہات سے آئے، مسلمان ہوئے، محفل میں بیٹھے، کافی دیر بیٹھنے کے بعد جب مجلس برخاست ہوئی تو ان کو پیشاب کرنے کی ضرورت تھی، وہ جو آٹھے اور مسجد نبوی کے ساتھ خالی جگہ پر، جو کہ مسجد ہی کا حصہ تھا، پیشاب کرنے بیٹھ گئے، عام طور پر باہر دیہاتوں میں لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دیکھا تو انہوں نے اس کو منع کرنے کی کوشش کی مگر نبی علیہ السلام نے ان کو منع کر دیا کہ اسے کچھ نہ کہو، جب وہ فارغ ہو گئے تو نبی علیہ السلام نے ان کو بلایا اور محبت کے ساتھ پاس بٹھا کر فرمایا: دیکھو! مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اللہ تعالیٰ عظیم ہیں، بڑے ہیں، اس کے گھر کو پاک رکھنا چاہیے اور گندگی سے بچانا چاہیے۔

اتنے پیارے انداز سے سمجھایا کہ اس کے دل کے خانے میں بات بیٹھ گئی، وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خوش ہوئے اور حیران بھی ہوئے کہ مجھ سے اتنی بڑی غلطی ہوئی لیکن انہوں نے نہ مجھے طعنہ دیا، نہ شرمندہ کیا اور نہ انہوں نے مجھے ڈانٹا بلکہ مجھے اچھے اخلاق سے بات سمجھائی۔ جب وہ جانے لگے تو نبی علیہ السلام نے ان کو کچھ کپڑے ہدیہ اور تحفہ میں دے دیے۔ جب نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ پیدل جا رہے ہیں تو آپ کے پاس ایک سواری تھی، وہ سواری بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدیہ میں دے دی۔ جب انہیں کپڑے بھی مل گئے اور سواری بھی مل گئی تو وہ بڑے حیران ہوئے۔

انہوں نے کپڑے پہن لیے اور سواری پر بیٹھ گئے اور اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔ جب وہ اپنی بستی میں داخل ہونے لگے تو دور سے ہی اونچی اونچی آواز میں پکارنے لگے، اے میرے چچا، اے میرے ماموں، اے فلاں، اے فلاں، لوگوں نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اتنی اونچی اونچی آواز میں چیخ رہے ہو، کہنے لگے کہ میں ایک ایسے معلّم کو دیکھ کر آیا ہوں کہ میں نے تو زندگی میں کبھی ایسی شخصیت نہیں دیکھی۔ میں نے اتنی بڑی غلطی کی لیکن انہوں نے میرے ساتھ اتنا پیار کا سلوک کیا مجھے معاف بھی کر دیا، کپڑے بھی دیے اور

سواری بھی دی۔ دیکھو کیسے اخلاق تھے ان کے جب بستی والوں نے یہ سنا تو کہنے لگے: اچھا اگر اتنے اچھے اخلاق والے ہیں تو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے، اس بستی سے تین سو آدمی ان کے ساتھ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب نے آکر کلمہ پڑھ لیا، یوں نبی علیہ السلام نے دل جیتے تھے، اور یوں اسلام پھیلا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے دل کیسے جیتے

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اخلاق عظیمہ کا یہ عالم کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جی چاہتا تھا کہ مدینہ طیبہ روانگی سے پہلے میں بیت اللہ شریف کے اندر جاؤں اور اندر جا کر دو رکعت نفل پڑھوں اور اللہ رب العزت کے سامنے دعا کروں، سجدہ ریز ہو جاؤں۔ آپ نے اس بندے کو بلایا جس کا نام عثمان تھا اور وہ بنی شیبہ میں سے تھے، اس کے پاس بیت اللہ شریف کی چابی ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا! ذرا بیت اللہ کا دروازہ کھول دو تاکہ میں دو رکعت پڑھ لوں، اس نے آگے سے کہا کہ نہیں کھولتا، وہ مسلمان نہیں تھا، آپ نے فرمایا: بھئی کھولدو، کہنے لگا کہ نہیں کھولتا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دل کی بڑی تمنا تھی لیکن اس نے پوری نہ ہونے دی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیکھا کہ نہیں مان رہا، اس وقت آپ نے فرمایا: عثمان! ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ جیسے تم چابی ہاتھ میں لے کر اس وقت کھڑے ہو، ایسے میں چابی ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوں گا، اور جیسے میں تم سے مانگ رہا ہوں، ایسے ہی تم میرے سامنے خالی ہاتھ کھڑے ہو گے، سوچو! اس وقت کیا ہوگا؟ جب آپ نے یوں فرمایا تو اس کو غصہ آ گیا، وہ آگے سے کہنے لگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں چابی آئے، اس نے بہت ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا ہونا تھا، مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھ کر فرمایا:

> ”مکہ! دل نہیں چاہتا کہ تجھے چھوڑ دوں، مگر تیرے شہر کے بسنے والے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے، اس لیے میں یہاں سے ہجرت کر کے جا رہا ہوں“۔

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خاموشی سے ہجرت فرمائی، جب فتح مکہ کا وقت آیا تو نبی علیہ السلام فاتح بن کر داخل ہوئے، اس وقت مکہ کے لوگوں کی حالت عجیب تھی، سب عورتیں یہ سمجھتی تھیں کہ آج مسلمان ہم سے گن گن کر بدلہ لیں گے، بعض یہ سمجھتی تھیں، کہ آج پورے مکہ میں کسی عورت کی عزت محفوظ نہیں رہے گی۔ مال محفوظ نہیں رہیگا، جان محفوظ نہیں رہے گی۔ مسلمانوں کو ہم نے اتنا تنگ کیا تھا کہ یہ ہم سے گن گن کر بدلہ

لیں گے، اس لیے مرد بھی ڈر سے گھروں میں چھپے ہوئے تھے، آدھی رات کا وقت ہوگیا اور کوئی مسلمان کسی گھر میں داخل نہیں ہوا۔ اس پر عورتیں بڑی حیران ہوئیں۔ انہوں نے مردوں سے کہا جائیں پتہ کریں، مسلمان ہیں کہاں؟ جب مردوں نے آکر دیکھا کہ مسلمان حرم کے اندر ہیں، کوئی سجدہ کر رہا ہے، کوئی بیت اللہ کا غلاف پکڑ کر رو رہا ہے، کوئی مقام ابراہیم پر سجدے میں ہے، سب اللہ رب العزت کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ بڑے حیران ہوئے۔

چنانچہ جب اگلا دن ہوا تو نبی علیہ السلام نے عثمان کو بلایا، وہ چابی لے کر آیا، نبی علیہ السلام نے اس سے چابی لے لی، بیت اللہ کا دروازہ کھولا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کو توڑا، بیت اللہ کو پاک صاف کر دیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہاں نماز ادا فرمائی۔ جب باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بیت اللہ کو تالہ لگا دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو تالہ لگایا تو اس وقت وہاں پر عجیب منظر تھا کیونکہ مکہ مکرمہ والے سمجھ رہے تھے کہ وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جس کے ہاتھ میں آج آپ چابی دیں گے۔ قریش کے لوگ بھی قریب ہوگئے، جو آپ کے خدام تھے وہ بھی قریب ہوگئے، ہر صحابی کے دل میں تمنا تھی کہ مجھے بیت اللہ کا چابی بردار بنا دیا جائے۔

جب کوئی فاتح بن کر داخل ہوتا ہے تو وہ دشمن کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ساری دنیا کا دستور یہی ہے، مگر یہ تو ایک نرالا فاتح تھا، جس نے ساری دنیا کو اخلاق کا درس دینا تھا، چنانچہ نبی علیہ السلام نے جب تالہ لگا دیا تو اس وقت عثمان آپ کے سامنے تھا۔

آپ نے فرمایا: عثمان! اس وقت کو یاد کرو، جب میں نے تم سے چابی مانگی تھی اور تم نے دینے سے انکار کیا تھا، دیکھو! آج چابی میرے ہاتھ میں ہے، تم خالی ہاتھ میرے سامنے کھڑے ہو، اس وقت وہ کہنے لگا کہ جی! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، آپ کا کہا ہوا پورا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسا تو نے میرے ساتھ کیا تھا، میں تمہارے ساتھ ویسا نہیں کروں گا۔ میں یہ چابی تمہیں واپس دیتا ہوں۔ اگرچہ تم کافر ہو مگر بیت اللہ کی چابی کی ذمہ داری میں تمہیں سونپتا ہوں عثمان کہتے ہیں کہ میں یہ سب منظر دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ چابی قیامت تک تمہارے خاندان میں چلتی رہے گی۔

ہم جیسا کوئی ہوتا تو بدلے لیتا کہ تم نے اس وقت یہ کیا تھا اور وہ کیا تھا تو دیکھئے! اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا اخلاق تھے، اسی کو اخلاق عظیمہ کہتے ہیں، اور یہ اخلاق ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستوں کے دل کیسے جیتے؟

نبی علیہ السلام کی مبارک زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سفر پر تشریف لے جا رہے تھے اور ایک صحابی ساتھ تھے، ایک جگہ رکے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک درخت کی ٹہنی سے دو مسواک بنائے، ان میں سے ایک مسواک سیدھی اور خوب صورت تھی اور ایک ذرا ٹیڑھی، نبی علیہ السلام نے سیدھی مسواک اس صحابی کو دے دی اور ٹیڑھی مسواک اپنے پاس رکھ لی، اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سیدھی مسواک آپ کے پاس ہو، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ سیدھی اور خوبصورت مسواک آپ کے پاس ہو۔

دیکھا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو کیسی تعلیمات دی ہیں، شریکِ سفر اگر کوئی ہے تو اس کا بھی حق بتا دیا، اگر زندگی کا چند قدموں کے لیے چلتے ہوئے کوئی شریک بن جاتا ہے تو اس کا حق ہے، تو جو ایک گھر میں پیدا ہوئے، ایک ماں باپ کے نورِ نظر ہیں، ان کا ایک دوسرے پر کتنا حق ہوگا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹوں کے دل کیسے جیتے؟

نبی علیہ السلام چھوٹے بچوں کو بھی پیار سے سمجھاتے تھے، ایک لڑکپن کی عمر کے صحابی تھے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عادت تھی کہ لوگوں کے درختوں سے جو پھل مجھے پسند آتا میں توڑ کے کھالیا کرتا تھا، اس وقت کا پھل کھجور ہی تھا، ایک دفعہ کھجور کے مالک نے مجھے پکڑ کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا، نبی علیہ السلام نے مجھے پاس بلایا، میرا گمان تھا کہ مجھے ڈانٹ پڑے گی، مجھے مار پڑے گی، لوگوں کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑے گی، مگر نبی علیہ السلام نے مجھے کچھ کہنے کے بجائے مجھ سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ تم بغیر اجازت لوگوں کے پھل کیوں کھاتے ہو؟ میں نے کہا اللہ کے نبیؐ! مجھے اچھے لگتے ہیں، تو جس درخت کے پھل اچھے لگتے ہیں، وہ میں کھاتا ہوں، نبی علیہ السلام نے پیار سے فرمایا: دیکھو! جو پھل درخت پر لگے ہوتے ہیں وہ ملکیت ہوتے ہیں اور جو پھل نیچے گر جاتے ہیں، اگر تم چاہو تو ان کو اٹھا کر کھالیا کرو، ایک اصول بتا دیا، جو جائز تھا، اس کے بعد نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کی بھوک دور فرمادے، اور دعا دیتے ہوئے نبی علیہ السلام نے اسے قریب کیا اور اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا، وہ

صحابی فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا محبت بھرا ہاتھ جب میرے سر پر آیا تو نبی علیہ السلام کی بات ایسے میرے دل میں بیٹھ گئی کہ میں نے اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ آج کے بعد بغیر اجازت کے کسی کے پھل نہیں کھایا کروں گا۔

فائدہ

اب ذرا آنکھ بند کر کے ہم اپنے بارے میں سوچیں کہ اگر ہمارے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تو ہم کیا کرتے؟ یا تو زبان سے کچھ بول دیتے یا ہاتھ سے کچھ کر دیتے، معاملے کو بگاڑ بیٹھتے، وہ بچہ سدھرنے کی بجائے الٹا دشمن بنتا اور پہلے سے زیادہ اسی کام کو کرنے پر آمادہ ہوتا۔ یہی بنیادی فرق ہے، اگر اچھے اخلاق سے انسان بات کرے تو وہ دوسرے کے دل میں اتر جاتی ہے۔

نبوت کی انوکھی دلیل

دیکھئے! نبی علیہ السلام کی ذات گرامی کی ایسی پیاری زندگی تھی کہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام آئے، جب ان سے نبوت کی دلیل پوچھی گئی تو کسی نے اونٹنی کو پیش کیا، کسی نے عصا کو اژدھا بنا کر پیش کیا، کسی نے مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کر کے دکھا دیا۔

کسی نے برص کے مریضوں کو ٹھیک کر کے دکھادیا...... لیکن جب نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ اگر اللہ کے نبی ہیں تو آپ کے پاس نبوت کی دلیل کیا ہے؟

جواب میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

لَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ.

"(تمہاری عقل کام نہیں کرتی)، کیا میں اب تک
تمہارے اندر زندگی نہیں گزار چکا۔"

تو نبی علیہ السلام نے نبوت کی دلیل کے طور پر اپنی گزری ہوئی زندگی کو پیش فرمایا۔

اچھے اخلاق کمالِ ایمان کی علامت ہے

کسی بھی مؤمن کے ایمان کا اس کے اخلاق پر براہ راست اثر پڑتا ہے، اگر اس کا ایمان مضبوط ہے تو اسکے اخلاق خود بخود سنور جائیں گے، کیونکہ خوف خدا اس کو ہر قسم کی بدخلقی کو ترک کرنے پر مجبور کردے گا، وہ ہمیشہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے گا، اور دوسروں کو راحت پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اہل ایمان میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو
ان میں اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہے''۔

سبحان اللہ کیسا معیار بتایا ہے کہ کمال ایمان کی نشانی کثرت عبادات نہیں بلکہ اخلاق کا اچھا ہونا ہے۔

حسنِ اخلاق معاملات سے پتہ چلتا ہے

کسی بندے کے اخلاق کا پتہ اس کے معاملات سے چلتا ہے، ایک صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کی بڑی تعریف کی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تم نے کبھی اس کے ساتھ لین دین کیا؟ کہنے لگا، جی نہیں، اچھا تو اس کے ساتھ کبھی سفر کیا؟ کہتا ہے کہ جی نہیں۔ فرمایا: اچھا آپ نے اس کو مسجد سے نکلتے دیکھ لیا ہوگا، اس لیے تعریفیں کر رہے ہو، تو لین دین کر کے پتہ چلتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔

آج ہمارا یہ حال ہے کہ ایک آدمی کسی مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی کرتا ہے، اس کو غریب سمجھ کر اپنے کاروبار میں شریک کر لیتا ہے۔ آگے سے وہی اس کی جڑیں کاٹتا ہے، کسی نے خیر خواہی کی، کاروبار نہیں چلتا تھا، مسلمان بھائی سمجھ کر (ادھار) پر مال دے دیا، وہ دبا کر بیٹھ

جاتا ہے، جس سے بھلائی کرو وہی آگے سے برا ثابت ہوتا ہے، کیوں؟

اس لیے کہ ہماری تربیت نہیں ہوئی، ہمیں کسی نے اخلاق سکھائے نہیں، یہ نہیں سمجھایا کہ انسانیت کسے کہتے ہیں۔ جب یہ انسانیت آئے گی تو ہمارے اندر خیر خواہی آجائے گی۔ دوسروں کے بارے میں بھلائی آجائے گی۔ پھر ہمارے دین کو دیکھ کر لوگ اسلام قبول کیا کریں گے، ہمارے معاملات کو دیکھ کر لوگ اسلام قبول کیا کریں گے، آج معاملہ الٹ ہے، جب ہماری زبان سے لوگ جھوٹ سنتے ہیں تو پھر سوچئے کہ مسلمانوں کے بارے میں ان کا کیا تصور بنے گا۔

گھر والوں کیساتھ بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہونا چاہیے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعلیٰ ایمان والے وہ لوگ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہو (یعنی ان بیویوں سے حسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آتے ہوں)۔

فائدہ

تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ گھر میں بھی ہونا چاہئے کہ اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے۔ ان کے ساتھ خیر خواہی کرے، ان کو راحت پہنچائے۔ بعض لوگ باہر تو عبادت گذار

ہوتے ہیں اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں لیکن گھر والوں کے ساتھ ان کے معاملات ٹھیک نہیں ہوتے یہ کامل اخلاق والے نہیں۔ یہ بہت بڑی کمی ہے اسے دور کرنا چاہئے۔

پڑوسی کے اخلاق کی قیمت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے، محدثین میں ان کا بڑا مقام ہے، بلکہ جتنی تعریفیں اسماء الرجال کی کتب میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی کی گئی ہیں، کسی اور محدث کی اتنی تعریفیں نہیں کی گئیں، ایسے مانے ہوئے بزرگ تھے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں ایسے الفاظ نہیں کہے گئے، جیسے متفقہ طور پر حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں کہے گئے ہیں۔

ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ان کے ہمسائے میں ایک یہودی رہتا تھا، وہ مکان بیچنا چاہتا تھا۔ خریدنے والا پہنچا اور اس نے پوچھا کہ آپ نے مکان بیچنا ہے، اس نے کہا جی! کتنے میں بیچیں گے، کہنے لگا دو ہزار دینار میں بیچوں گا۔ خریدنے والے نے کہا: بھائی اس مکان کی قیمت اس علاقے میں ہزار دینار ہے، ہزار دینار کافی ہے اور آپ دو ہزار مانگ رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ ہاں! مکان کی قیمت تو ایک ہزار دینار ہی ہے اور دوسرا ہزار دینار عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے

پڑوس کی قیمت ہے، یہ بات ایک یہودی کر رہا ہے۔

ایک وقت تھا کہ ہم جس مکان میں رہتے تھے، اس گھر کے پڑوس کی قیمتیں بڑھ جایا کرتی تھیں، اس وقت ہمارے اندر اخلاق ہوتے تھے، ہم دوسروں کا بھلا سوچتے تھے۔ دوسروں کی خیر خواہی کے جذبات ہوتے تھے۔

اخلاق کے تین درجات

اخلاق کے تین درجے اور مرتبے ہیں:

(۱) اخلاق حسنہ یا اخلاق عالیہ (۲) اخلاقِ کریمانہ

(۳) اخلاق عظیمہ۔

(۱) اخلاقِ حسنہ یا اخلاقِ عالیہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا،

یا خلیل احسن خلقکم ولو مع الکفار۔

''اے میرے خلیل! اپنے اخلاق کو اچھا بنالیجیے،

اگرچہ کفار کے ساتھ ہی کیوں نہ ہوں۔''

تو اچھے اخلاق کا ہونا، ان کو اخلاقِ حسنہ کہتے ہیں، اخلاق کے اس پہلے مرتبے کو ''اخلاقِ عالیہ'' بھی کہتے ہیں، اور اس اخلاق کا حکم قومِ یہود کو کیا گیا، بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اندر اخلاق عالیہ پیدا کریں۔

یہ اخلاقِ حسنہ یا اخلاقِ عالیہ کیا ہوتے ہیں؟ اخلاقِ عالیہ یہ ہوتے ہیں کہ زیادتی کسی کے ساتھ نہ کرو، ہاں! اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کرے اور تمہیں دکھ پہنچائے اور تم بدلہ لینا چاہو، تو تم اتنا بدلہ لے سکتے ہو جتنا تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی، اس سے زیادہ نہیں لے سکتے۔ اس سے زیادہ جو کرے گا تو وہ ظلم ہوگا، یعنی دوسروں کے ساتھ عدل کا سلوک رکھو، برابر کا سلوک کرو۔

موسوی اخلاق

وہ یہ کہ آدمی دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اگر کوئی بندہ اس کے ساتھ زیادتی کرے، تو جتنی اس نے زیادتی کی، اگر یہ چاہے تو اس سے اتنا بدلہ لے سکتا ہے، چنانچہ تورات میں یہی حکم دیا گیا:

اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ.

(المائدہ : ۴۵)

”جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، زبان کے بدلے زبان۔“

تو یہ تورات کا اصول تھا، قوم یہود کو اللہ نے ان اخلاق کی تعلیم دی

کہ تم صرف اتنا بدلہ لے سکتے ہو جتنا تم پر زیادتی ہوئی، اس سے زیادہ نہیں۔

آج کل جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے، یہ غلط ہے، ایسا نہیں کر سکتے، یہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی جو (منطق) ہے، یہ بتا رہی ہے کہ آج ہمارے اندر اخلاق نہیں ہیں، اس سے بڑی بد اخلاقی کیا ہو سکتی ہے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں، انتقام! اور اس انتقام کی ہوس نے آج لوگوں کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔

(۲) اخلاقِ کریمانہ

قوم نصاریٰ کو اللہ نے اس سے بھی بلند درجے کا خلق عطا فرمایا تھا، اس کو اخلاق کریمانہ کہتے ہیں، اخلاق کریمانہ کا کیا مطلب؟ اگر کوئی آپ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو آپ بھی اچھا سلوک کرو، اگر کوئی برا سلوک کرتا ہے تو آپ اس کو معاف کر دو، اسی لیے عیسائی اپنی محفلوں میں مزے لے لے کر دہراتے ہیں کہ اگر کوئی تمہارے ایک رخسار پر تھپڑ مارے تو تم اللہ کے لیے معاف کر دو اور اپنا دوسرا رخسار بھی پیش کر دو، تو معاف کر دینے کو اخلاقِ کریمانہ کہتے ہیں، یہ کریموں کا کام ہوتا ہے کہ وہ معاف کر دیتے ہیں، اگر کوئی جہالت

کی بات کرتا ہے تو آپ اس کے ساتھ جواب میں جہالت کی بات نہ کریں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کھڑے تھے، ایک آدمی نے آکر الٹی سیدھی باتیں کرنا شروع کردیں، آپ نے اس کو دعائیں دینی شروع کردیں، وہ آپ کو گالی دے رہا تھا اور آپ آگے سے دعائیں دیتے جارہے تھے، ایک آدمی نے دیکھا تو کہنے لگا، عجیب بات ہے، یہ کیا معاملہ ہوا؟ کہ وہ آپ کو گالیاں بک رہا ہے اور آپ آگے سے دعائیں دے رہے ہیں، آپ نے فرمایا:

كُلُّ اَنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَافِيْهِ.

''ہر برتن کے اندر سے وہی نکلتا ہے جو اس کے اندر موجود ہوتا ہے۔''

اس کے اندر جو کچھ تھا، وہ نکل رہا ہے، اور میرے اندر جو کچھ ہے وہ نکل رہا ہے، یعنی جس کے اندر شر ہوگا تو شر ہی باہر نکلے گا اور کسی کے اندر خیر ہوگی تو خیر ہی باہر نکلے گی۔

شریعت کا حسن دیکھئے

اللہ رب العزت نے دونوں اخلاق کی اجازت دی، دونوں اصل دین اسلام میں قائم رکھے، قوم یہود والے اخلاق عالیہ بھی اور قوم نصاریٰ والے اخلاق کریمانہ بھی، کیوں؟ اس لیے کہ اسلام قیامت تک کے لیے دین ہے، نرم طبیعت کے لوگ معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں، تو وہ اس اصول پر عمل کرلیں، یعنی اخلاق کریمانہ کے مطابق، کچھ طبیعت میں بہادر اور دلیر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، وہ کسی کی زیادتی برداشت نہیں کرسکتے، ان کو کہا کہ اچھا بھئی تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو اتنا لو جتنا تم پر زیادتی کی گئی۔

تو یہ شریعت کا حسن ہے، چونکہ یہ عالمی دین تھا، قیامت تک کے لیے دین تھا، اس لیے پروردگار نے دونوں اصول باقی رکھے کہ جو بندہ جس حال میں ہو اپنے لیے بہتر اصول پسند کرلے۔

(۳) اخلاقِ عظیمہ:

امتِ محمدیہ کو اللہ رب العزت نے اس سے بھی ایک بلند مرتبے کا خلق عطا فرمایا، جس کو اخلاقِ عظیمہ کہتے ہیں، اخلاقِ عالیہ اور اخلاقِ

کریمانہ سے بھی اونچا اخلاق، اخلاقِ عظیمہ کیا ہیں؟

اخلاقِ عظیمہ یہ ہیں کہ اگر کوئی آدمی آپ کے ساتھ برا سلوک کرے، تو فقط یہی نہیں کہ آپ اس سے بدلہ نہ لیں اور آپ اس کو معاف کردیں، بلکہ آپ الٹا اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کریں، بھلائی والا سلوک کریں، فرمایا:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ.

(حم السجدۃ: ۳۴)

لوگ تمہارے ساتھ برائی کا معاملہ کریں تو تم الٹا ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو، بروں سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آؤ، اس کو اخلاقِ عظیمہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی شان بیان فرمائی کہ:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. (القلم: ۴)

''اے محبوب! آپ اخلاق کے سب سے اعلیٰ مرتبے پر ہیں۔''

اخلاقِ عظیمہ کی مثال

میدانِ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک اجتہادی غلطی ہوئی تھی، وہ سمجھے کہ ہماری ڈیوٹی لگی ہے اس وقت تک جب تک کہ

کافر بھاگ نہیں جاتے، اب وہ بھاگ گئے ہیں، سب لوگ مالِ غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں، تو ہم بھی ان کی مدد کریں، تو وہ پہاڑی سے نیچے آئے، جس کی وجہ سے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے، پیچھے سے آئے اور مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا اور پھر مسلمانوں کے ستر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہو گئے، اِن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ بہر حال اس پر نبی علیہ السلام کی طبیعت بڑی رنجیدہ ہوئی، سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بڑا رنج تھا۔ طبیعت بہت غم زدہ تھی، اس غمزدہ طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا ارشاد فرمایا؟ اے محبوب!

فَاعفُ عَنهُم.

جو اجتہادی غلطی ہو گئی ہے، سمجھنے میں غلطی ہو گئی، ان کی نیت بری نہیں تھی، سمجھ کی غلطی تھی، وہ یہ سمجھے کہ جب دشمن پسپا ہو گئے، تو بس اب کام ختم ہو گیا تو اب آپ کیا کیجئے! ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاف کر دیجئے، اور فقط معاف ہی نہ کیجئے،

وَاستَغفِر لَهُم.

ایک قدم اور آگے، ان کو معاف بھی کر دیجئے اور پھر ان کی طرف سے استغفار بھی کیجئے کہ اللہ بھی معاف کر دے، اور یہی نہیں کہ صرف

معاف ہی کرنا ہے بلکہ:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ.

''اے میرے محبوب! ان کو اپنے مشورے میں شامل
بھی فرمایئے۔''

اب بتایئے! تین قدم آگے بتائے! اس کو اخلاق عظیمہ کہتے
ہیں۔

اخلاق عظیمہ کی تعلیم

عام مومن کو بھی اخلاق عظیمہ کی تعلیم دی، لیکن اگر حکم دے دیتے تو پھر یہ اخلاق ہمارے اوپر فرض ہو جاتا، پھر (اختیار) والی بات نہ رہتی، اس لیے فرمایا کہ ہم پسند کرتے ہیں کن کو؟ ایسے ایمان والوں کو جن کے اندر یہ خوبیاں ہوں:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ.

''غصے کو پی جانے والے''۔

وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ.

''اللہ کے بندوں کو معاف کر دینے والے''۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ. (آل عمران: ۱۳۴)

''اور اللہ نیکوکاروں کو محبت فرماتے ہیں۔''

یعنی تمہیں غصے کو پینا ہے، ان کو معاف بھی کرنا ہے، اور پھر ان کے ساتھ احسان کا سلوک بھی کرنا ہے، تو تین قدم اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے۔

یہ ہیں اخلاق عظیمہ والے

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کا تعلق خاندانِ نبوت سے ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہونے اور نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کا واقعہ تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ باندی ان کو وضو کروا رہی تھی کہ لوٹا ہاتھ سے گر گیا، پانی آپ کے اوپر گرا تو امام صاحب کو اس پر غصہ آ گیا، چہرے کے اوپر جلال کے آثار ظاہر ہوئے، مگر وہ خادمہ بھی اس گھر کی تربیت یافتہ تھی، اور ان کے اخلاق عظیمہ کو جانتی تھی، جیسے ہی اس نے چہرہ پر غصے کے آثار دیکھے تو اس نے فوراً قرآن کی آیت پڑھی۔

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ.

''اللہ کے بندے غصے کو پی جانے والے ہوتے ہیں۔''

سیدنا امام علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت اپنے غصہ

کو برداشت کرلیا، جب اس نے دیکھا کہ غصہ ختم ہوگیا تو آیت کا دوسرا ٹکڑا پڑھنے لگی:

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاس.

"کہ اللہ کے بندے انسانوں کے قصور کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں۔"

اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر فرمایا کہ چل جا میں نے اللہ کے لئے تیری غلطی معاف کی، اس نے آگے پڑھا:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ.

"اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں"۔

یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا: چل جا میں نے تجھے اللہ کے لئے آزاد کیا۔ (از معارف القرآن: ج ۲)

یہ ہیں اخلاق عظیمہ والے لوگ۔ ہمیں بھی اپنی زندگی اس کے مطابق بنانے کی فکر کرنی چاہئے۔

بروں سے بھی اچھا سلوک کا حکم

بدلہ لینا تو کجا، صرف معاف ہی نہیں کرنا، بلکہ برے سے بھی اچھا سلوک کرنا ہے، حکم تو یہی دیا گیا کہ جو ہمارے ساتھ جتنا برا سلوک کرے

ہم اس کے ساتھ اتنا ہی اچھا سلوک کریں، ارشاد فرمایا:

صِلْ مَنْ قَطَعَکَ.

''جو تجھ سے توڑے، تو اس سے جوڑ۔''

وَاعْفُ عَنْ مَنْ ظَلَمَکَ.

''جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر دے''۔

وَاَحْسِنْ اِلیٰ مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ.

''اور تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر جو تیرے ساتھ برا سلوک کرے۔''

عزیزانِ محترم اچھوں سے تو ساری دنیا اچھا سلوک کرتی ہے، مزہ تو یہ ہے کہ بروں سے اچھا سلوک کیا جائے۔ آیئے امام ابوحنیفہؒ ایک واقعہ پڑھیے۔

امام ابوحنیفہؒ کا مثالی واقعہ

امام ابوحنیفہؒ کے واقعہ میں لکھا ہے کہ ان کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، وہ اتنا شیطان صفت یہودی تھا کہ گھر میں جھاڑو دے کر سارا کچرا چپکے سے امام صاحب کے گھر کے صحن میں ڈال دیتا تھا۔ امام صاحب کسی سے تذکرہ نہ فرماتے، اس کچرے کو اٹھا کر خاموشی سے باہر ڈال دیتے تھے، یہ اُس یہودی کا روز کا معمول تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ کچرا نہیں آیا، امام صاحبؒ انتظار میں تھے،

جب پورے دن کچرا نہ آیا تو امام صاحب کو خیال ہوا کہ شاید وہ بیمار ہے۔ آپ اس کی عیادت لئے گئے تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ کسی مقدمہ میں گرفتار ہو کر جیل میں ہے۔ امام صاحبؒ مزاج پرسی کے لئے گئے اس سے ملاقات کی، اس یہودی کو بڑا تعجب ہوا کہ میں انہیں ایذا پہنچاتا ہوں اور پڑوسی ہونے کے ناطے میری خبر گیری کے لئے آ گئے۔ بہت شرمندہ ہوا، توبہ کی، کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

یہ ہے ہمارے بزرگوں کا اخلاق کہ تکلیف دینے والوں کو بھی معاف کیا اور اس سلوک کو دیکھ کر یہودی نے نہ صرف اپنا رویہ ترک کیا بلکہ مسلمان ہو گیا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اچھے اخلاق اپنانے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین)

اچھے اخلاق انسانیت کا معیار

دین اسلام نے اچھے اور اعلیٰ اخلاق کو بڑا رتبہ دیا ہے، انسانیت نام ہی اسی کا ہے، انسان کا لفظ بعض علماء کے نزدیک ''اُنس'' سے بنا ہے۔

اور اُنس محبت کو کہتے ہیں، تو جس انسان میں محبت و پیار ہو، الفت ہو، سینہ کینہ سے بھرا ہوا نہ ہو، عداوتوں اور دشمنیوں سے بھرا ہوا نہ ہو،

نفرتیں تقسیم نہ کرے، بلکہ محبت و پیار بانٹے اور محبت و پیار کی زندگی گزارے، اس انسان میں انسانیت زیادہ ہے، اور یقیناً اللہ رب العزت کے نزدیک بھی اس کی قیمت زیادہ ہے۔

جس طرح درخت کی قیمت اس کے پھل کے حساب سے ہوتی ہے، انسان کی قیمت اس کے اخلاق کے حساب سے ہوتی ہے۔

اچھے کردار کی فتح

اچھے اخلاق کا دوسرا نام ''اچھا کردار'' ہے، کردار دیکھنے میں ایک بے قیمت سی چیز نظر آتی ہے لیکن انسان اس کے ذریعے بڑی سے بڑی قیمتی چیز کو خرید لیا کرتا ہے، دنیا تلوار کا تو مقابلہ کرسکتی ہے مگر کردار کا مقابلہ کبھی نہیں کرسکتی، ہمیشہ کردار کی فتح ہوتی ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

فُتِحَتِ الْمَدِیْنَۃ بِالْاَخْلَاقِ.

کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کو اخلاق کے ذریعے فتح فرمایا تھا۔

غور طلب بات

آج ہم ذرا اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں، دن بدن ہماری اخلاقی حالت گرتی جارہی ہے، وہ مہربانی و محبت اور وفائیں نہیں رہیں جو پہلے

ہوا کرتی تھیں، رنجشیں اور کدورتیں ہمارے معاشرے میں کچھ اس طرح سرایت کر گئی ہیں کہ بغض وعناد اور جھگڑا فسادات معمول کی باتیں ہو گئی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطعہ رحمی کرنے والا موجود ہو۔ آج ہمارے معاشرے میں بھی بے برکتی اسی وجہ سے ہے کہ ہماری قوم میں اتحاد و یگانگت کے بجائے کینہ وحسد اور نا اتفاقی کا دور دورہ ہے، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا ظرف بڑا کریں اور دوسروں کی خیر خواہی کرنا سیکھیں، اس کیلئے ہمیں اپنے آپ سے پہل کرنا ہوگی اور بد خلقی کا جواب خوش خلقی سے دینا ہوگا۔

دل کی کیفیات کا نام بھی اخلاق ہے

اس کی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے کہ آج کل عرف عام میں اخلاق کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ آدمی دوسرے سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے، مسکرا کر اس سے مل لے اور نرمی سے بات کر لے، ہمدردی کے الفاظ اس سے کہے، بس اسی کو ''اخلاق'' سمجھا جاتا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ شریعت کی نظر میں ''اخلاق'' کا مفہوم بہت وسیع اور عام ہے، اس

مفہوم میں بیشک یہ باتیں بھی داخل ہیں کہ جب انسان دوسرے سے ملے تو خندہ پیشانی سے ملے، اظہار محبت کرے اور اس کے چہرے پر ملاقات کے وقت بشاشت ہو، نرمی کے ساتھ گفتگو کرے، لیکن "اخلاق" صرف اس طرزِ عمل میں منحصر نہیں بلکہ "اخلاق" درحقیقت دل کی کیفیات کا نام ہے، دل میں جو جذبات اٹھتے ہیں اور جو خواہشات دل میں پیدا ہوتی ہیں، ان کا نام بھی "اخلاق" ہے، پھر اچھے اخلاق کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے جذبات میں اچھی اور خوشگوار باتیں پیدا ہوتی ہوں اور برے اخلاق کے معنی یہ ہیں کہ اس کے دل میں خراب جذبات اور غلط خواہشات پیدا ہوتی ہوں، لہٰذا شریعت کا ایک بہت اہم حصہ یہ ہے کہ انسان اپنے اخلاق کی اصلاح کرے اور دل میں پرورش پانے والے جذبات کو اعتدال پر لائے۔

"غصہ" ایک فطری جذبہ ہے

مثلاً "غصہ" ایک فطری جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں پیدا فرمایا ہے، یہ غصہ ضروری بھی ہے، کیونکہ اگر انسان کے اندر "غصہ" بالکل نہ ہو تو انسان اپنا دفاع کرنے کے قابل نہیں ہوسکتا، مثلاً

ایک شخص پر دوسرا شخص حملہ آور ہے، اور اس کے اوپر ناجائز حملہ کر رہا ہے مگر وہ شخص خاموش بیٹھا ہے، اس کو غصہ ہی نہیں آتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ''غصہ'' اعتدال پر نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی شخص اس کے باپ پر یا اس کے بھائی پر یا اس کی بیوی پر حملہ کر رہا ہے اور یہ شخص خاموش بیٹھا تماشہ دیکھ رہا ہے اور اس کو غصہ ہی نہیں آرہا ہے تو یہ بے غیرتی ہے، بے حمیتی ہے اور شریعت میں اس بے غیرتی اور بے حمیتی کا کوئی جواز نہیں۔

غصہ کو صحیح جگہ پر استعمال کریں

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً. (سورة التوبة: ۱۲۳)

''جو کفار تمہارے قریب ہیں، ان سے لڑائی کرو اور ان کفار کو یہ محسوس ہونا چاہئے کہ ان کے خلاف تمہارے دلوں میں غصہ ہے اور سختی ہے۔''

لہٰذا اگر یہ غصہ صحیح جگہ پر ہے تو یہ غصہ قابل تعریف ہے اور اچھے اخلاق کی نشانی ہے، مثلاً اگر گھر پر ڈاکو حملہ آور ہو گئے اور میرے پاس اتنی طاقت بھی ہے کہ میں ان پر حملہ کر سکوں لیکن میں خاموش بیٹھا ہوں

اور ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتا اور مجھے غصہ ہی نہیں آتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بے غیرت ہوں، شریعت کو یہ مطلوب نہیں، لہٰذا اگر انسان غصہ کو صحیح حدود میں استعمال کرے اور صحیح جگہ پر استعمال کرے تو یہ غصہ اچھے اخلاق کی نشانی ہے۔

''غصّہ'' حد کے اندر استعمال کریں

میں نے دو لفظ استعمال کئے، ایک یہ کہ غصہ کو صحیح جگہ پر استعمال کرے اور غلط جگہ پر استعمال نہ کرے، یعنی جہاں غصہ کرنا چاہئے وہیں پر غصہ کرے۔ دوسرے یہ کہ غصہ کو حدود میں استعمال کرے، یعنی جتنا غصہ کرنا چاہئے اتنا ہی کرے، اس سے زیادہ نہ کرے، مثلاً آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی اولاد غلط راستے پر جارہی ہے، گناہوں کا ارتکاب کر رہی ہے، اس کے اعمال خراب ہو رہے ہیں، آپ نے اس کو دو تین بار سمجھایا اور نصیحت کی، اس نے آپ کی نصیحت نہیں مانی تو اس موقع پر غصہ کا آنا صحیح محل صحیح جگہ پر ہے، غلط جگہ پر نہیں ہے، کیونکہ واقعۃً وہ غصہ کی بات تھی، لیکن جب اپنی اولاد پر غصہ کا اظہار کرنے پر آئے تو غصہ کا اتنا اظہار کیا کہ

بچے کی چمڑی ادھیڑ دی، اس صورت میں غصے کا محل تو صحیح تھا لیکن وہ غصہ حد کے اندر نہیں تھا بلکہ حد سے تجاوز کر کے آگے بڑھ گیا اور اعتدال سے نکل گیا تو یہ غصہ قابل تعریف نہیں، یہ اچھے اخلاق میں داخل نہیں۔

ہماری حالتِ زار

آج ہماری حالت کیا ہے؟ ذرا غصہ آئے، ہماری حقیقت کھل جاتی ہے، پھر ہمیں یہ بھی یاد نہیں ہوتا کہ ہمارے سر پر عمامہ یا ٹوپی ہے، چہرے پر سنت سجائی ہوئی ہے، بس گالیاں بکنا شروع کر دیتے ہیں، بیوی کو گالیاں بکتے ہیں، بچوں کو گالیاں بکتے ہیں، لوگ حیران ہوتے ہیں کہ اس وضع قطع کے ساتھ بھی بات کرنے کی تمیز نہیں۔ ویسے ہم دین دار بنے پھرتے ہیں، لوگوں کو دین کی دعوتیں دے رہے ہوتے ہیں، بلا رہے ہوتے ہیں، محفلِ ذکر میں بیٹھ کر اونچی اونچی تسبیح پڑھ رہے ہوتے ہیں؟ اوپر سے لا اِلٰہ اور اندر سے کالی بلا! تو کیا فائدہ اس کا؟ اصل چیز تو یہ دیکھنی ہے کہ اخلاق ہیں یا نہیں، ہم نے انسانیت بھی سیکھی ہے یا نہیں سیکھی، تو ہم انسان بن کر جینا سیکھیں، اس سے اللہ رب العزت کے ہاں بھی ہمارا

مرتبہ بڑھے گا اور اللہ رب العزت ہمیں دنیا اور آخرت میں عزتیں عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے اخلاق والی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وَاٰخرُ دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین۔

جمعہ

کی

اہمیت، فضیلت، آداب اور معمولات

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد المومنین قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرمی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

گناہوں کی معافی

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہو سکے صفائی پاکیزگی کا اہتمام کرے اور جو تیل اور خوشبو اس کے گھر میں موجود ہو وہ لگائے۔ پھر وہ گھر سے نماز کے لیے جائے اور مسجد میں پہنچ کر اس کی احتیاط کرے کہ جو آدمی پہلے بیٹھے ہوں ان کے بیچ میں نہ بیٹھے پھر جو نماز یعنی سنت و نوافل کو جتنی رکعتیں اس کے لیے مقدر ہوں وہ پڑھے۔ پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کی اس کی ساری خطائیں ضرور معاف کردی جائیں گی۔ (بخاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ للّٰہِ نحمده علٰی ما انعم وعلّمنا ما لم نعلم والصّلٰوۃ علٰی افضل الرسل واکرم. وعلٰی آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم.

اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ، ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.

(سورة الجمعة) صدق اللّٰہ العظیم

”اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کے ذکر کی طرف اور چھوڑ دو خرید و فروخت کو یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے“۔

اس آیت مبارکہ میں نمازِ جمعہ کی فرضیت وفضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ نمازِ جمعہ سے قبل جو خطبہ ہوتا ہے اُسے ذکر اللہ سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کو سننے کے لئے دوڑ جانے کا حکم دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی

حاضری میں جلدی کرو اور خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو جاؤ۔ اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

سیدُ الایّام "یومُ الجمعہ"

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے، سب اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ فضیلتوں اور عظمتوں کا مالک ہے، وہ رحمتیں اور برکتیں تقسیم کرنے والا ہے، وہ جس چیز پر اپنے فضل و کرم کی نظر ڈال دے اس کا مقام اور اس کی حیثیت بلند ہو جاتی ہے اور جس پر اپنے غضب کی نظر ڈال دے اس کی ذلت اور پستی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر فضیلت دی۔

اسی نے جبرئیل علیہ السلام کو تمام ملائکہ پر فضیلت دی۔

اسی نے قرآن پاک کو تمام کتابوں پر فضیلت دی۔

اسی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ کرامؓ پر فضیلت دی۔

اسی نے تمام ہفتہ کے دنوں پر جمعہ کو فضیلت دی۔

بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ تمام دنوں پر جمعہ کے دن کو فضیلت و عظمت حاصل ہے اور جمعہ کو سید الایّام اور افضل الایام ہونے کا شرف حاصل ہے،

یہی وہ جمعہ کا دن ہے جو ہفتے میں عبادت کا مخصوص دن قرار پایا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اقوام کا امتحان لیا۔ یہود سے کہا کہ تم عبادت کے لئے ایک دن متعین کرو جو ہمارے علم میں متعین ہے، انہوں نے یوم السبت یعنی ہفتہ کا دن مقرر کیا۔ نصاریٰ سے کہا گیا کہ تم ایک دن عبادت کے لئے منتخب کرلو، وہ ہمارے علم میں طے شدہ ہے نصاریٰ نے اتوار کا دن عبادت کے لئے تجویز کیا۔

مسلمانوں سے کہا گیا کہ تم بھی ایک دن عبادت کے لئے منتخب کرلو تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی وابی وامّی) نے جمعہ کا دن منتخب فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی ہمارے علم میں ازل سے تمہارے اور تمہاری امت کے لئے طے شدہ تھا۔

نمازِ جمعہ! شانِ جامعیت و اجتماعیت

تو چونکہ جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے طے کردیا گیا، اس لئے یہ یقیناً سید الایام بننے کا مستحق ہے، اس کی فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جتنے بڑے بڑے امور ہیں وہ اسی دن ظاہر ہوئے، آپ غور کریں جمعہ کے نام ہی میں جامعیت کی شان پائی جاتی ہے۔ جتنی بھی منتشر اور بکھری ہوئی چیزیں تھیں وہ سب اسی (جمعہ کے) دن جمع کی گئیں۔ آدم علیہ السلام کی مٹی جو پوری زمین سے لی گئی وہ

جمعہ کے دن ہی جمع کی گئی اور ان کا پتلا بنایا گیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ آدم علیہ السلام جس دن جنت میں داخل کئے گئے، وہ جمعہ کا دن تھا۔ جنت سے جب زمین پر لائے گئے وہ بھی جمعہ کا دن تھا۔ صحف آدم علیہ السلام آسمانوں سے اتارے گئے وہ بھی جمعہ کا دن تھا۔ تو جتنے بڑے بڑے امور ہیں۔ سب اسی جمعہ کے دن واقع ہوئے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن میں جامعیت کا ایک مادہ موجود ہے۔ جامعیت کے ساتھ ساتھ جمعہ میں اجتماعیت کی شان بھی پائی جاتی ہے اور اگر آپ دوسرے اسلامی احکام اور عبادات میں غور فرمائیں تو آپ کو ان میں بھی قدم قدم پر اجتماعیت نظر آئیگی۔ دنیا کی کسی بھی سوسائٹی میں، کسی بھی قوم میں، کسی بھی مذہب میں آپ کو ظاہر و باطن کی یہ یکسانی اور اجتماعیت کی جھلک دکھائی نہیں دے گی۔

زکوۃ ، حج ، روزہ ، نماز ، عیدین ، جہاد ، جمعہ
سب میں اجتماعیت کی شان وشوکت موجود ہے۔

نماز کے لئے حکم ہے کہ اسے جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے، انفرادی نماز اور اجتماعی نماز میں ستائیس درجوں کا فرق رکھا ہے پھر جتنا بڑا اجتماع ہوگا اتنا زیادہ ثواب ہوگا۔ نماز کی جماعت کی صورت میں چھوٹے محلے والوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ جمعہ کی صورت میں بڑے بڑے

محلوں کے مسلمانوں کا ہفتہ وار اجتماع ہوتا ہے۔ عیدین کی صورت میں شہری سطح پر اجتماع ہوتا ہے۔ اور حج کی صورت میں انٹرنیشنل اجتماع ہوتا ہے۔

روزانہ پانچوں وقت کی جماعت میں ایک محدود حلقہ یعنی ایک محلّہ ہی کے مسلمان جمع ہو سکتے ہیں اس لئے ہفتہ میں ایک دن ایسا رکھ دیا گیا جس میں پورے شہر اور مختلف محلوں کے مسلمان ایک خاص نماز کے لئے شہر کی ایک بڑی مسجد میں جمع ہو جایا کریں جسے نمازِ جمعہ کہتے ہیں۔ اور ایسے اجتماع کے لئے ظہر ہی کا وقت زیادہ موزوں ہو سکتا تھا اس لئے وہی وقت رکھا گیا اور ظہر کی چار رکعت کے بجائے جمعہ کی نماز صرف دو رکعت رکھی گئی، اور اس اجتماع کو تعلیمی و تربیتی لحاظ سے زیادہ مفید اور مؤثر بنانے کے لئے تخفیف شدہ دو رکعتوں کی جگہ خطبہ جمعہ لازمی کر دیا گیا۔

اور اس کے لئے جمعہ کا ہی دن اس واسطے مقرر کیا گیا کہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے وہی دن زیادہ باعظمت اور بابرکت ہے۔

جمعہ کا دن اللہ کی خاص عنایات کا دن

جس طرح روزانہ اخیر شب کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت بندوں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اور جس طرح سال کی راتوں میں سے ایک رات (شبِ قدر) خاص الخاص درجہ میں برکتوں اور رحمتوں والی ہے اسی طرح ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے خاص الطاف و عنایات کا دن ہے اور اسی لئے اس میں بڑے بڑے اہم واقعات اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوئے ہیں اور واقع ہونے والے ہیں

(جیسا کہ آگے درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا) بہر حال جمعہ کی انہی خصوصیات کی وجہ سے اس اہم اور شاندار ہفتہ وار اجتماع نماز کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا گیا۔

اور اس میں شرکت و حاضری کی سخت تاکید کی گئی، اور نماز سے پہلے غسل کرنے، اچھے صاف ستھرے کپڑے پہننے اور میسر ہو تو خوشبو بھی لگانے کی ترغیب بلکہ ایک درجے میں تاکید کی گئی، تاکہ مسلمانوں کا یہ مقدس ہفتہ واری اجتماع توجہ الی اللہ اور ذکر و دعا کی باطنی و روحانی برکات کے علاوہ ظاہری حیثیت سے بھی پاکیزہ، خوش منظر، بارونق اور پر بہار ہو، اور مجمع کو ملائکہ کے مجمع کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مشابہت اور مناسبت ہو۔

اس تمہید کے بعد جمعہ اور نماز جمعہ کے متعلق احادیث ذیل میں پڑھیے۔

جمعہ کے دن کی فضیلت و اہمیت

و عن اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَيْرُيَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِىْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

''اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:''ان دنوں میں جن میں آفتاب طلوع ہوتا ہے سب سے بہتر دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے ۔ (یعنی ان کی تخلیق مکمل ہوئی) اسی دن وہ بہشت میں داخل ہوئے اور اسی دن انہیں بہشت سے نکالا گیا (اور زمین پر اتارا گیا) اور قیامت بھی جمعہ ہی کے روز قائم ہوگی۔''

فائدہ

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ تمام دنوں میں عرفہ کا دن افضل ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ جمعہ کا دن افضل ہے، جیسا کہ اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے لیکن یہ اختلاف وتضاد اس صورت میں ہے جبکہ مطلقاً یہ کہا جائے کہ دنوں میں سب سے افضل دن عرفہ ہے یا اسی طرح کہا جائے کہ جمعہ کا دن سب سے افضل دن ہے اور اگر دونوں اقوال کا مفہوم اسی طرح لیا جائے کہ جو حضرات عرفہ کی افضلیت کے قائل ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ سال میں سب سے افضل دن عرفہ ہے اور جو حضرات کہتے ہیں کہ جمعہ کا دن سب سے افضل دن ہے ان کی مراد یہ ہے کہ ہفتہ کے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے۔

مسلمانوں کیلئے جمعہ عید کا دن ہے

وعن عُبَيْدِ بْنِ السَّباقِ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ جُمُعَةٍ مِنَ الْجُمَعِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طِيْبٌ فَلَا يَضُرُّهُ اَنْ يَمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُم بِالسِّوَاكِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْهُ وَهُوَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مُتَّصِلاً.

"اور حضرت عبید ابن سباق سے بطریق ارسال روایت کرتے ہیں کہ سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! یہ (جمعہ کا) وہ دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے (مسلمانوں کی) عید کا دن قرار دیا ہے، لہٰذا (اس دن) غسل کرو اور جس شخص کو خوشبو میسر ہو اگر وہ اسے استعمال کرے تو کوئی حرج نہیں نیز تم مسواک ضرور کیا کرو"۔ (مالکؒ) ابن ماجہؒ نے بھی یہ حدیث عبید اللہ ابن سباق سے انہوں نے ابن عباس سے متصلاً نقل کی ہے۔"

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ جمعہ کا دن عید یعنی فقراء و مساکین اور اولیاء اللہ وصالحین کے لئے خوشی و مسرت اور زیب وزینت کرنے کا دن ہے اس دن نہاؤ یعنی خوب اچھی طرح طہارت اور ستھرائی حاصل کرو، اور خوشبو استعمال کرو خوشبو ایسی ہونی چاہیئے ، جس میں خوشبو تو ہو مگر رنگ نہ ہو جیسے عطر وغیرہ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ خوشبوؤں میں سب سے افضل خوشبو ایسا مشک ہے جس میں گلاب کی آمیزش ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اکثر وبیشتر مشک ہی کی خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

حدیث کے الفاظ

وَمَنْ کَانَ عِندَہٗ طیب فلا یضرّہ ان یمس.

کے بارہ میں اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ یہ پیرایہ بیان وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کسی گناہ کا گمان ہوتا ہے، لیکن خوشبو استعمال کرنا اور خاص طور پر جمعہ کے دن سنت مؤکدہ ہے، لہٰذا اس موقع پر یہ پیرایۂ بیان کیوں اختیار کیا گیا؟ تو جواب یہ ہوگا کہ بعض مسلمان یہ گمان کرتے تھے کہ خوشبو چونکہ عورتوں کے استعمال میں زیادہ آتی ہے اور عورتیں زیادہ تر اس کے استعمال کی عادی ہوتی ہیں اس لئے مردوں کے لئے اس کا استعمال مناسب نہ ہوگا چنانچہ اس گمانِ گناہ

کی نفی اس پیرایہ بیان سے کی گئی ہے جیسا کہ طواف یعنی صفا ومروہ کی سعی ارکانِ حج میں سے ہے اور واجب ہے لیکن اس کے باوجود اس کے بارہ میں حق تعالیٰ نے یہ پیرایۂ بیان اختیار فرمایا:

لاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا.

''اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ صفا و مروہ کی سعی کی جائے۔''

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن اور خاص طور پر غسل ووضو کے وقت مسواک ضرور استعمال کرنی چاہئے۔

جمعہ کی رات روشن رات اور جمعہ کا دن چمکتا دن ہے

وعن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ قَالَ وَ كَانَ يَقُوْلُ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ لَيْلَةٌ اَغَرُّ وَيَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمٌ اَذْهَرُ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ.

''اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب

رجب کا مہینہ آتا تو سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ "اے اللہ! رجب اور شعبان کے مہینہ (کی ہماری طاعت و عبادات) میں ہمیں برکت دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا"۔ نیز حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ " جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکتا دن ہے"۔

جمعہ کے دن مرنے والے مومن کے لئے بشارت

وعن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ.

"اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: "ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کرے اور اللہ تعالیٰ اسے فتنہ (یعنی قبر کے

سوال اور قبر کے عذاب) سے نہ بچائے''۔

(احمدؒ، ترمذیؒ)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد متصل نہیں ہے۔

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کا جمعہ کے روز یا جمعہ کی شب میں انتقال کرنا درحقیقت اس کی سعادت خوش قسمتی اور آخرت کی بھلائی کی دلیل ہے، کیونکہ جمعہ کی مقدس ساعتوں میں انتقال کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمتوں اور اس کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے چنانچہ جمعہ کے دن انتقال کرنے والے مسلمانوں کے حق میں بہت زیادہ بشارتیں منقول ہیں۔

مثلاً ایک روایت میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان جمعہ کے دن مرتا ہے وہ عذاب قبر سے نجات دیدیا جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں (میدان حشر میں) آئے گا کہ اس کے اوپر شہیدوں کی مہر ہوگی۔

ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن مرتا ہے اس کے لئے شہید کا اجر و ثواب لکھا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے بچایا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت کا مفہوم یہ ہے کہ: ”جس مسلمان مرد یا عورت کا انتقال جمعہ کے روز یا جمعہ کی شب میں ہوتا ہے تو اسے فتنہ قبر اور عذاب قبر سے بچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات اس حال میں ہوتی ہے کہ قیامت کے دن اس سے کوئی محاسبہ نہیں ہوگا کیونکہ اس کے ساتھ گواہ ہوں گے جو اس کی سعادت و بھلائی کی گواہی دیں گے یا اس پر شہداء کی مہر ہوگی۔

جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت

عَنْ اَبِی سَعِید اَلْخُدْرِی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ مَنْ قَرَا سُوْرَۃَ الْکَھف لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ اَضَاءَ لَہٗ مِنَ النُّوْرِ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ. (دارمی ۳۴۲۳)

”حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جو شخص جمعہ کی رات میں سورۃ کہف پڑھے گا تو اس کے لئے اتنا نور روشن کردیا جائے گا جو اس کے اور کعبہ شریف کے درمیان کے تمام فاصلے کو روشن کردے گا۔“

عَنْ اَبِیْ سَعِیْد اَلْخُدْرِی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ سُوْرَۃَ الْکَھفِ فِی یومُ الْجُمُعَۃِ اَضَاءَ لَہٗ مِنَ النُّوْرِ مَا بَیْنِ الْجُمُعَتَیْنِ.

(سنن البیھقی کتاب الجمعۃ)

''حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے سورۃ کہف پڑھی جمعہ کے دن تو اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن کر دیا جائے گا۔''

عَنْ عَلِیّ رَضِی اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ قَرأَ الْکَهفِ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فَهُوَ مَعْصُوْمٌ اِلٰی ثَمَانِیَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ فِتْنَةٍ تَکُوْنَ وَ اِنْ خَرَجَ الدَّجَّالُ عَصِمَ مِنْهُ. (الدر المنثور: ج/۵، ص/۳۵۵)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا تو وہ آٹھ دن تک تمام فتنوں سے محفوظ رہے گا اور اگر دجال بھی نکل آیا تو اس سے بھی حفاظت ہوگی۔''

جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھنے کی فضیلت

عَنْ اَبِی هریرة رَضِیَ اللّٰهُ عَنه عَنِ النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِه وَسَلَّم قَالَ مَنْ قَرَا

سُوْرَةَ الدُّخَانِ فِیْ لَیْلَةِ الْجُمُعَةِ اَصْبَحَ مَغْفُوْراً لَهٗ. (سنن البیهقی ج ۵ ص ۲۱۲)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھے گا تو جمعہ کی صبح اس حال میں کرے گا کہ اس کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔''

جمعہ کے دن کا خصوصی وظیفہ درود شریف

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ .(رواہ ابوداؤد)

''حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ: ''جمعہ کا دن افضل ترین دنوں میں سے ہے، اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی میں ان کی وفات ہوئی، اسی میں قیامت کا صور پھونکا جائے گا، اور اسی میں موت اور فنا کی بیہوشی اور بے حسی ساری مخلوقات پر طاری ہوگی۔

لہٰذا تم لوگ جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے اور پیش ہوتا رہے گا''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم! (آپ کے وفات فرما جانے کے بعد) ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا، اپ کا جسد اطہر تو قبر میں ریزہ ریزہ ہو چکا ہوگا؟

آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے، (یعنی موت کے بعد بھی ان کے اجسام قبروں میں بالکل صحیح سالم رہتے ہیں، زمین ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں کر سکتی)۔''

فائدہ

اوپر والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی طرح حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں بھی جمعہ کے دن میں واقع ہونے والے اہم اور غیر معمولی واقعات کا ذکر کر کے جمعہ کی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے اور مزید یہ فرمایا گیا ہے کہ اس مبارک اور محترم دن میں درود زیادہ پڑھنا چاہئے، گویا جس طرح رمضان المبارک کا خاص وظیفہ تلاوتِ قرآن پاک ہے اور اس کو رمضان المبارک سے خاص مناسبت ہے اور جس طرح سفرحج کا خاص وظیفہ تلبیہ

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ...... الخ ہے۔

اسی طرح جمعہ کے مبارک دن کا وظیفہ اس حدیث کی رو سے درود شریف ہے، جمعہ کے دن خصوصیت سے اس کی کثرت کرنی چاہئے۔

وفات کے بعد آپ ﷺ پر درود کی پیشی اور مسئلہ حیات انبیاءؑ

درود شریف کی کثرت کا حکم دیتے ہوئے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا انتظام ہے کہ امت کا درود میرے پاس پہنچایا جاتا ہے اور میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور یہ انتظام اس دنیا سے میرے جانے کے بعد بھی اسی طرح قائم رہے گا (بعض دوسری حدیثوں میں یہ بھی ذکر

ہے کہ درود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فرشتے پہنچاتے ہیں)

اس پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اس وقت تو جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رونق افروز ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملائکہ کا آنا اور درود وغیرہ کا پہنچانا اور پیش کرنا معلوم ہے اور سمجھ میں آتا ہے، لیکن آپ کی وفات کے بعد جب آپ قبر میں دفن کردیئے جائیں گے اور عام طبعی قانون کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک زمین کے اثر سے ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو پھر درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کیسے پیش کیا جاسکے گا؟ انہوں نے یہ سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کے خاص حکم سے پیغمبروں کے اجسام ان کی وفات کے بعد قبروں میں جوں کے توں محفوظ رہتے ہیں، زمین ان پر اپنا عام طبعی عمل نہیں کرسکتی، یعنی جس طرح دنیا میں خاص تدبیروں اور دواؤں سے موت کے بعد بھی اجسام کو محفوظ رکھا جاسکتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت اور خاص حکم سے پیغمبروں کی وفات کے بعد ان کے جسموں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبروں میں محفوظ کردیا ہے اور وہاں ان کو ایک خاص قسم کی حیات حاصل رہے گی، (جو اس عالم کے قوانین کے مطابق ہوگی) اس لئے

درود کے پہنچانے اور پیش کیے جانے کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔

جمعہ کے دن رحمت وقبولیت کی ایک خاص گھڑی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةٌ لاَ يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهُ فِيْهَا خَيْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ. (رواه البخاری و مسلم)

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ”جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کسی مسلمان بندے کو حسن اتفاق سے خاص اس گھڑی میں خیر اور بھلائی کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی توفیق مل جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو عطا ہی فرما دیتا ہے۔“

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ جس طرح پورے سال میں رحمت وقبولیتِ دعا کی ایک خاص رات (شب قدر) رکھی گئی ہے جس میں کسی بندے کو اگر توبہ واستغفار اور دعا نصیب ہو جائے تو اس کی بڑی خوش نصیبی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی خاص توقع ہے۔ اسی طرح ہر ہفتہ میں جمعہ

کے دن بھی رحمت وقبولیت کی ایک خاص گھڑی ہوتی ہے اگر اس میں بندے کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور مانگنا نصیب ہو جائے تو اس کی بڑی خوش نصیبی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی خاص توقع ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے قبولیت ہی کی امید ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت کعب بن احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے نقل کیا ہے کہ: جمعہ کے دن کی اس ساعتِ اجابت کا ذکر تورات میں بھی ہے، اور معلوم ہے کہ یہ دونوں حضرات تورات اور کتبِ سابقہ کے بہت بڑے عالم تھے۔

جمعہ کے دن کی اس ساعتِ اجابت کے وقت کی تعیین وتخصیص میں شارحین حدیث نے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں، ان میں سے دو ایسے ہیں جن کا صراحۃً یا اشارۃً بعض احادیث میں بھی ذکر ہے، صرف وہی یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

۱...... ایک یہ کہ جس وقت امام خطبہ کے لئے ممبر پر جائے اس وقت سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک جو وقت ہوتا ہے بس یہی وہ ساعتِ اجابت ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ خطبہ اور نماز کا وقت ہی قبولیت دعا کا خاص وقت ہے۔

۲...... دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ساعت عصر کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقفہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں یہ دونوں قول ذکر فرما کر اپنا خیال یہ ظاہر فرمایا ہے کہ:

ان دونوں باتوں کا مقصد بھی حتمی تعیین نہیں ہے، بلکہ منشاء صرف یہ ہے کہ خطبہ اور نماز کا وقت چونکہ بندگان خدا کی توجہ الی اللہ اور عبادت و دعا کا خاص وقت ہے اس لئے اس کی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ساعت اسی وقت میں ہو۔

اور اسی طرح چونکہ عصر کے بعد سے غروب تک کا وقت نزولِ قضا کا وقت ہے اور وہ پورے دن کا گویا نچوڑ ہے اس لئے اس وقت بھی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ساعت غالباً اس مبارک وقفہ میں ہو''۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ:

''جمعہ کے دن کی اس خاص ساعت کو اسی طرح اور اسی مصلحت سے مبہم رکھا گیا ہے جس طرح اور جس مصلحت سے شب قدر کو مبہم رکھا گیا ہے، پھر جس طرح رمضان مبارک کے عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں اور خاص کر ستائیسویں شب کی طرف شب قدر کے بارے میں کچھ اشارات بعض حدیثوں میں کئے گئے ہیں اسی طرح جمعہ کے دن کی اس ساعتِ اجابت کیلئے نماز و خطبہ کے وقت اور عصر سے مغرب تک کے وقفہ کے

لئے بھی احادیث میں اشارات کئے گئے ہیں تاکہ اللہ
کے بندے کم از کم ان دو وقتوں میں توجہ الی اللہ اور دعا کا
خصوصیت سے اہتمام کریں"۔

اس ناچیز نے اپنے بعض اکابر کو دیکھا ہے کہ وہ جمعہ کے دن ان دونوں وقتوں میں لوگوں سے ملنا جلنا اور بات چیت کرنا پسند نہیں کرتے تھے، بلکہ نماز یا ذکر و دعا اور توجہ الی اللہ ہی میں مصروف رہتے تھے۔

ایک عجیب واقعہ

اجابت دعاء کی گھڑی کے متعلق مصنف عبدالرزاق میں ایک عجیب واقعہ منقول ہے، حضرت عبداللہ بن ابی طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک مرتبہ جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھارہے تھے کہ ایک کتا آیا جو جماعت کے آگے سے گزرنے والا ہی تھا کہ اچانک گرکر مرگیا۔ نماز سے فارغ ہوکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا: "اس کتے کو بددعاء کس نے دی"؟ ایک شخص نے عرض کیا میں نے دی تھی۔ اے اللہ کے رسول!، (دوسری روایت جو طبرانی میں منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بددعاء دینے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم نے قبولیت دعاء کی گھڑی میں اسے بددعاء دی تھی۔

جمعہ کے دن ساعتِ قبولیت کب آتی ہے؟

و عن اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِی مُوْسیٰ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ شَأْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ مَابَیْنَ اَنْ یَجْلِسَ الْاِمَامُ اِلیٰ اَنْ تُقْضیٰ الصَّلاۃُ .

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

”اور حضرت ابی بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی موسیٰ راوی ہیں کہ میں نے اپنے والد مکرم (حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے سرتاجِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جمعہ کے دن) کی ساعتِ قبولیت کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ ساعت (خطبہ کے لئے) امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز پڑھی جانے تک کا درمیانی عرصہ ہے۔“

علماء کی تحقیق

اِس روایت میں جمعہ کے روز قبولیت دعا کی ساعت منقول ہے، اور اس کی حقیقت میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہے لیکن علماء کے یہاں اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ ساعت کونسی ہے؟ یعنی وہ کونسا وقت ہے

جس میں ساعتِ قبولیت آتی ہے؟ چنانچہ بعض علماء کی تحقیق تو یہ ہے کہ شبِ قدر کی ساعتِ قبولیت اور اسم اعظم کی طرح جمعہ کے روز کی ساعتِ قبولیت بھی مبہم یعنی غیر معلوم ہے۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ وہ ساعت ہر جمعہ کو بدلتی رہتی ہے کسی جمعہ کو تو دن کے ابتدائی حصہ میں آتی ہے اور کسی جمعہ کو درمیانی حصہ میں اور اسی طرح کسی جمعہ کو دن کے آخری حصہ میں آتی ہے، لیکن اکثر علماء کا کہنا یہ ہے کہ وہ ساعت متعین اور معلوم ہے لیکن اس میں بھی اختلاف ہے کہ اگر وہ ساعت متعین اور معلوم ہے تو کونسی ساعت ہے اور وہ کونسا وقت ہے جس میں یہ عظیم و مقدس ساعت پوشیدہ ہے، اس بارے میں پینتیس اقوال منقول ہیں۔

(۱) جمعہ کے روز فجر کی نماز کے لئے مؤذن کے اذان دینے کا وقت۔

(۲) فجر کے طلوع ہونے سے آفتاب کے طلوع ہونے تک کا وقت۔

(۳) عصر سے آفتاب غروب ہونے تک کا وقت۔

(۴) خطبہ کے بعد امام کے منبر سے اترنے سے تکبیر تحریمہ کہے جانے تک کا وقت۔

(۵) آفتاب نکلنے کے فوراً بعد کی ساعت۔

(۶) طلوعِ آفتاب کا وقت۔

(۷) ایک پہر باقی دن کی آخری ساعت۔

(۸) زوال شروع ہونے سے آدھا ہاتھ سایہ ہو جانے تک کا وقت۔

(۹) زوال شروع ہونے سے ایک ہاتھ سایہ آجانے تک کا وقت۔

(۱۰) ایک بالشت آفتاب ڈھلنے کے بعد سے ایک ہاتھ آفتاب ڈھل جانے تک کا وقت۔

(۱۱) عین زوال کا وقت۔

(۱۲) جمعہ کی نماز کے لئے مؤذن کے اذان کہنے کا وقت۔

(۱۳) زوال شروع ہونے سے نماز جمعہ میں شامل ہونے تک کا وقت۔

(۱۴) زوال شروع ہونے سے امام کے نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک کا وقت۔

(۱۵) زوالِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا وقت۔

(۱۶) خطبہ کے لئے امام کے منبر پر چڑھنے اور ادائیگی نماز کے درمیان کا وقت۔

(۱۹) اذان سے ادائیگی نماز کے درمیان کا وقت۔

(۲۰) امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز پوری ہو جانے تک کا وقت۔

(۲۱) خرید و فروخت کے حرام ہونے اور ان کے حلال ہونے کے درمیان کا وقت یعنی اذان کے وقت سے نماز جمعہ ختم ہو جانے تک کا وقت۔

(۲۲) اذان کے قریب کا وقت۔
(۲۳) امام کے خطبہ شروع کرنے اور خطبہ ختم کرنے تک کا وقت۔
(۲۴) خطبہ کے لئے امام کے منبر پر چڑھنے اور خطبہ شروع کرنے کا درمیانی وقت۔
(۲۴) دونوں خطبوں کے درمیان امام کے بیٹھنے کا وقت۔
(۲۶) خطبہ سے فراغت کے بعد امام کے منبر سے اترنے کا وقت۔
(۲۷) نماز کے لئے تکبیر شروع ہونے سے امام کے مصلّٰی پر کھڑے ہونے تک کا وقت۔
(۲۸) تکبیر شروع ہونے سے اختتامِ نماز تک کا وقت۔
(۲۹) جمعہ کی نماز سے فراغت کے فوراً بعد کا وقت۔
(۳۰) عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت۔
(۳۱) نماز عصر کے درمیان کا وقت۔
(۳۲) عصر کی نماز کے بعد سے (غروب آفتاب سے پہلے) نماز کا آخری وقت مستحب رہنے تک کا وقت۔
(۳۳) مطلقاً نماز عصر کے بعد کا وقت۔
(۳۴) نماز عصر کے بعد کی آخری ساعت۔
(۳۵) اور وہ وقت جب کہ آفتاب ڈوبنے لگے۔
منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت فاطمہ زہرا رضی

اللہ تعالیٰ عنہا اور تمام اہل بیت نبوت رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے خادموں کو متعین کرتے تھے کہ وہ ہر جمعہ کے روز آخری گھڑی کا خیال رکھیں اور اس وقت سب کو یاد دلائیں تاکہ وہ سب اس گھڑی میں پروردگار کی عبادت، اور اس سے دعا مانگنے میں مشغول ہو جائیں۔

یہاں جو حدیث نقل کی گئی ہے اس کے متعلق علامہ بیہقی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ خطبہ کے وقت دعا کیوں کر مانگی جائے کیونکہ یہ حکم ہے کہ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس وقت خاموشی اختیار کی جائے۔

اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ: ”دعاء کے لئے تلفظ شرط نہیں ہے بلکہ اپنے مقصود و مطلوب کا دل میں دھیان رکھنا کافی ہے، یعنی دعاء کے لئے یہی ضروری نہیں ہے کہ دعا کے الفاظ زبان سے ادا کئے جائیں بلکہ یہ بھی کافی ہے کہ دل ہی دل میں دعا مانگ لی جائے اس طرح مقصود بھی حاصل ہو جائے گا اور خطبہ کے وقت خاموش رہنے کے شرعی حکم کے خلاف بھی نہیں ہوگا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”یہ بات مجھے معلوم ہوئی ہے کہ جمعہ کی شب میں بھی مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔“

نماز جمعہ کا اہتمام اس کے آداب اور ملنے والا ثواب

عَنْ سَلْمَانَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْتَسِلُ

رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَیَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَیدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْیَمُسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِهٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلاَ یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَهٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلاَّ غُفِرَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی. (رواہ البخاری)

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے، اور جہاں تک ہو سکے صفائی و پاکیزگی کا اہتمام کرے، اور جو تیل اور خوشبو اس کے گھر میں ہو وہ لگائے، پھر وہ گھر سے نماز کے لئے جائے اور مسجد میں پہنچ کر اس کی احتیاط کرے کہ جو دو آدمی پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوں ان کے بیچ میں نہ بیٹھے، پھر جو نماز یعنی سنن و نوافل کی جتنی رکعتیں اس کے لئے مقدر ہوں وہ پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کی اس کی ساری خطائیں ضرور معاف کردی جائیں گی۔''

فائدہ

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں غسلِ جمعہ کی اہمیت کے علاوہ چند اور اعمال کا بھی ذکر ہے۔

۱...... بقدرِ امکان ہر قسم کی پاکیزگی اور صفائی کا اہتمام۔

۲...... اچھے لباس کا اہتمام۔

۳...... خوشبو کا استعمال۔

۴...... مسجد میں ہر اس چیز سے احتیاط اور اجتناب جس سے لوگوں

کو ایذا پہنچنے اور باہمی تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ہو،

جیسے پہلے سے بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کے بیچ میں گھس

کر بیٹھنا

یا لوگوں کے اوپر سے پھلانگ کر جانا وغیرہ،

۵...... پھر وہاں حسب توفیق نوافل پڑھنا،

۶...... خطبہ کے وقت ادب اور توجہ کے ساتھ اس کو سننا،

۷...... پھر امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔

جمعہ کی جو نماز اس اہتمام اور آداب کے ساتھ پڑھی جائے تو اس کو اس حدیث مبارکہ میں پورے ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ اور بخشش و معافی کا ذریعہ فرمایا گیا ہے۔

کیا جمعہ کا غسل عورتوں کے لئے بھی مسنون ہے؟

چونکہ احادیث میں غسل کا حکم عام ہے اس لئے اکثر علماء کے یہاں عورتوں کے لئے بھی جمعہ کے دن غسل کرنا مسنون ہے، جن

احادیث میں جمعہ کو مسلمانوں کی عید کہا گیا ہے ان سے بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے، نیز کچھ اور احادیث میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ شرح مھذب میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شافعیہ مالکیہ اور جمہور علماء کے نزدیک جمعہ کا غسل عورتوں کے لئے بھی مسنون ہے، شرح مہذب (ص ۶۳۵ ج ۴) اور صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا غسل تمام بالغ مردوں اور عورتوں کے لئے ہے۔

جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا اور مسواک کرنا بھی مسنون ہے

عَنْ اِبْنِ عبَّاسٍ رضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّم اِنَّ ھٰذا یَوْمُ عِیْدٍ جَعَلَہُ اللّٰہُ لِلْمُسْلِمِیْنَ فَمَنْ جَاءَ اِلٰی الْجُمُعَۃِ فَلْیَغْتَسِلْ وَ اِنْ کَانَ طِیْبٌ فَلْیَمَسَّ مِنْہُ وَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَاکِ.

(ابن ماجہ: ۱۰۸۸)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:
اللہ نے اس دن کو عید بنا دیا ہے مسلمانوں کے لئے تو جو
شخص جمعہ کے لئے آئے تو اسکو چاہیئے کہ وہ غسل کرے
اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو اس کو لگائے
اور مسواک بھی ضرور کیا کرے۔"

جمعہ کے لئے مخصوص کپڑے رکھنے کی ترغیب

عَنْ مُحَمَّد بِن يَحيى بن حَبَّان رضى الله
تعالىٰ عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهَ عَلَيْهِ
وَالِهٖ وَسَلَّم قَالَ مَا عَلٰى اَحَدِكُمْ اِنْ وَجَدَ اَوْ
مَا عَلٰى اَحَدِكُمْ اِنَ وَجَدتُّمْ اَنْ يَّتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ
لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ سِوَى ثَوْبَى مِهْنَتِهٖ. (ابو داؤد)

"حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا
اگر تم میں سے کسی کو استطاعت ہے تو تمہارا کیا جاتا ہے
اگر جمعہ کے لئے کام کے کپڑوں کے علاوہ دو
کپڑے رکھ لو۔"

فائدہ

اس حدیث مبارکہ میں اس کی ترغیب ہے کہ جمعہ کے لئے کام
کے علاوہ کوئی اچھے کپڑے ہونے چاہئیں۔

جمعہ کے دن ناخن اور زائد بال کاٹنے کا حکم

عَنْ اَبِی ھریرۃ رَضِی اللّٰہ تعالیٰ عنہ اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰہ صلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ والہٖ وَسَلَّمَ کَانَ
یَقْلِمُ اَظْفَارَہٗ وَیَقُصُّ شَارِبَہٗ یَوْمَ الْجُمْعَۃِ
قَبْلَ اَنْ یَّرُوْحَ اِلَی الصَّلٰوۃ.
(المعجم الاوسط ج ۳ ص ۱۹۷)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جمعہ کے دن نماز کے
لئے جانے سے پہلے اپنے ناخن اور مونچھیں کاٹتے
تھے۔''

فائدہ

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم جمعہ کے دن زائد بال اور ناخن کاٹتے تھے، اور ویسے بھی کئی احادیث میں جمعہ کے دن نظافت کا حکم ہے اور یہ بھی نظافت میں شامل ہے اس لئے افضل یہی ہے کہ جمعہ کے دن ناخن اور زائد بال کاٹے جائیں۔

نماز جمعہ کی فرضیت اور اس سے مستثنٰی افراد

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِھَابٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰى اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ اَوِامْرَاَةٍ اَوْصَبِيٍّ اَوْمَرِيْضٍ.

(رواه ابو داؤد)

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

"جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم وواجب ہے، اس وجوب سے چار قسم کے آدمی مستثنیٰ ہیں:

۱...... ایک غلام جو بیچارہ کسی کا مملوک ہو۔

۲...... دوسرے عورت۔

۳...... تیسرے لڑکا جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

۴...... چوتھے بیمار۔

نماز جمعہ پڑھنے کی فضیلت اور اس پر اجر وثواب

عَنْ اَوْس بن اوس رَضِيَ اللّٰه تعالىٰ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَسَّلَ وَ اغْتَسَلَ وَغَدَا وابْتَكَرَ وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ وَ لَمْ يَلْغِ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمِلُ سَنَةٍ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا. (نسائی:۱۳۶۳)

''حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غسل کیا اور سر کو ٹھیک سے دھویا اور اول وقت میں نماز کے لئے آیا اور صبح کے وقت سویرے آیا اور قریب ہوا امام سے اور کوئی بے ہودہ کام نہیں کیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے ایک سال روزہ اور نماز کا ثواب ملے گا۔''

جمعہ کے لئے اوّل وقت جانے کی فضیلت اور ثواب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ، یَکْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ کَمَثَلِ الَّذِیْ یُهْدِیْ بُدْنَةً ثُمَّ کَالَّذِیْ یُهْدِیْ بَقَرَةً ثُمَّ کَبْشًا ثُمَّ دُجَاجَةً ثُمَّ بَیْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَیَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ.

(رواه البخاری و مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے

ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے
بعد دیگرے لکھتے ہیں، اور اول وقت دوپہر میں آنے
والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں
اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے، پھر اس کے بعد دوم نمبر پر
آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش
کرتا ہے، پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا
پیش کرنے والے کی، اس کے بعد مرغی پیش کرنے
والے کی، اس کے بعد انڈا پیش کرنے والے کی، پھر
جب امام خطبہ کے لئے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ
فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ
سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔''

فائدہ

حدیث کا اصل مقصد و مدعا جمعہ کے لئے اول وقت جانے کی ترغیب ہے، اور آگے پیچھے آنے والوں کے ثواب اور درجات کے فرق کو آپ نے مختلف درجہ کی قربانیوں کی مثال دے کر سمجھانا چاہا ہے۔

نماز جمعہ کی جماعت میں شرکت کا مسئلہ

عَنْ ابِنِ مَسعودٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ
مَنْ اَدْرَکَ مِنَ الْجُمُعَۃِ رَکْعَۃً فَلْیُضِفْ
اِلَیْھَا اُخْری وَ مَنْ فَاتَتہ الرَّکْعَتَانِ فَلْیُصَلِّ

اَرْبَعًا. (مجمع الزوائد ص ۱۹۲ ج ۲)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی تو وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملالے اور جس کی دونوں رکعتیں فوت ہوگئیں تو وہ ظہر کی چار رکعت پڑھ لے۔''

فائدہ

جمعہ کی نماز جماعت ہی سے ادا ہوسکتی ہے اگر کسی کی جماعت چھوٹ جائے تو اس کو ظہر ادا کرنی ہوگی۔ اگرچہ خطبہ بھی جمعہ کا حصہ ہے اور خطبہ سے پہلے آنا چاہیئے لیکن اگر کسی وجہ سے کوئی دیر سے آیا تو اگر امام کے ساتھ نماز کے کسی حصہ میں بھی شریک ہو جائے تو اس کا جمعہ ہو جائے گا۔ اگرچہ دیر سے آنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا لیکن اگر امام کے سلام پھیرنے تک جماعت میں شریک نہ ہوا تو اب ظہر کی نماز پڑھنی ہوگی۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت معاذ ؓ سے منقول ہے اس بارے میں بعض صحابہ سے کچھ اور اقوال بھی منقول ہیں۔

نماز جمعہ عمامہ کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سَمِعْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ

وسلم يَقُولُ تطوع او فَرِيضَةٌ بِعمامَة تَعْدِلُ خَمْسا وَّ عِشْرِيْنَ صَلاةً بلاعَمَامَةِ وَ جمعَةٍ بِعَمامةٍ تَعْدِلُ سَبْعِيْنَ جمعةً بِلا عَمَامَةٍ. (رواه ابن عساكر و الديلمي و ابن النجار و كنز العمال ج ٨ ص ١٨)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''جو نفل یا فرض نماز عمامہ کے ساتھ پڑھی جائیں وہ بغیر عمامہ والی پچیس نماز کے برابر ہے، اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے برابر ہے۔''

فائدہ

عمامہ باندھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے خصوصا نماز جمعہ میں کہ جو نماز عمامہ کے ساتھ پڑھی جائے اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے اس سے بڑھ کر نماز جمعہ کے لئے عمامہ باندھنے کی فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم جمعہ کے لئے عمامہ کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

مجبوراً جمعہ میں نہ آنے والے کے لئے فرشتوں کی دعاء

عن عمرو بن شعیب رضی الله تعالیٰ عنه
عن ابیه عن جده عن النبی صلی الله علیه
واٰله وسلم انه قال تبعث الملائکة علی
ابواب المساجد یوم الجمعة یکتبون
مجیٔ الناس فاذا خرج الامام طویت
الصحف و رفعت الاقلام فتقول الملائکة
بعضهم لبعض ما حبس فلانا فتقول
الملائکة اللهم ان کان ضالا فاهده و ان
کان مریضا فاشفه و ان کان عائلا فأغنه.
(الترغیب و الترهیب ج ۸ ص ۲۸۹)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے
فرمایا فرشتے جمعہ کے دن مسجد کے دروازوں پر بیٹھ کر
آنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ امام
نکل کر آجائے پھر جب امام آجاتا ہے تو اپنے دفتر بند
کر دیتے ہیں۔ پھر فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں
فلاں کس وجہ سے نہیں آیا اور فلاں کس وجہ سے نہیں آیا۔
پھر اس کے لئے دعاء کرتے ہیں اے اللہ اگر وہ بھٹک
گیا ہے تو اسے راہ دکھلا دے اور اگر بیمار ہے تو اسے شفا

نصیب فرما اور اگر محتاج اور نادار ہوگیا ہے تو

اسے مالدار کردے۔"

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جمعہ میں آنے کے پابند ہیں پھر کسی وجہ سے جمعہ کے لئے نہیں آسکتے تو فرشتے ان کے لئے دعاء کرتے ہیں۔

نماز جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَرْکَعُ قَبْلَ الْجُمُعَۃِ اَرْبَعًا وَ بَعْدَھَا اَرْبَعًا. (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد چار رکعت۔"

فائدہ

کتب حدیث میں نماز جمعہ کے بعد کی سنتوں کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے، چار کا بھی اور چھ کا بھی۔ امام

ترمذی نے خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ جمعہ کے بعد دو رکعت اور اس کے بعد چار رکعت، گویا کل چھ رکعت بھی پڑھتے تھے۔

اس لئے ائمہ مجتہدین کے رجحانات بھی اس بارے میں مختلف ہیں، بعض حضرات دو کو ترجیح دیتے ہیں، بعض چار رکعت کو اور بعض چھ رکعت کو۔

نماز جمعہ کی قرأت میں مسنون سورتیں

عن النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه واٰله وسلم يقرأ في العيدين و في الجمعة: سبح اسم ربك الاعلى. و هل اتاك حديث الغاشية. قال و اذا اجتمع العيد والجمعة في يوم واحد يقرأ بهما ايضا في الصلاتين.

(مسلم)

"حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم دونوں عیدوں میں اور جمعہ میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور "هل اتاک حديث الغاشية" پڑھا کرتے تھے، اور جب عید اور جمعہ ایک ہی دن میں جمع ہو جاتیں تو دونوں

نمازوں میں انہی دونوں سورتوں کو پڑھتے۔‘‘

عن ابن ابی رافع رضی اللہ تعالی عنہ قال استخلف مروان ابا ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی المدینۃ و خرج الی مکۃ فصلی لنا ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الجمعۃ فقرأ بعد سورۃ الجمعۃ فی الرکعۃ الاخرۃ ﴿اذا جاءک المنافقون﴾ قال فادرکت ابا ھریرۃ حین انصرف فقلت لہ انک قرأت بسورتین کان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقرؤ بھما فقال ابو ھریرۃؓ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقرأ بھما یوم الجمعۃ. (مسلم ۲۰۶۳)

’’حضرت ابن ابی رافعؓ فرماتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ کا گورنر بنایا اور خود مکہ چلا گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ہمیں نماز جمعہ پڑھائی، پہلی رکعت میں سورہ جمعہ کے بعد دوسری رکعت میں اذا جاءک المنافقون پڑھی۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ نماز کے بعد میری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے

ان سے کہا: آپ نے وہ دو سورتیں پڑھیں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھا کرتے تھے کوفہ میں۔ اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جمعہ کی نماز میں یہ دونوں سورتیں پڑھتے سنا ہے۔"

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھتے تھے اور کبھی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون پڑھتے تھے۔

نمازِ جمعہ چھوڑنے پر وعیدیں

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما اَنَّهُمَا قَالَا سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلیٰ اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْلَیَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلیٰ قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَیَکُوْنُنَّ مِنِ الْغَافِلِیْنَ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

"حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

دونوں راوی ہیں کہ ہم نے سرتاجِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنے منبر کی لکڑی (یعنی اس کی سیڑھیوں پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”لوگ نماز جمعہ کو چھوڑنے سے باز رہیں ورنہ تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں شمار ہونے لگیں گے۔“

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے ایک چیز مقرر ہے یا تو نماز جمعہ کو نہ چھوڑنا، یا دلوں پر مہر لگ جانا، اگر لوگ نماز جمعہ نہیں چھوڑیں گے تو ان کے دلوں پر مہر نہ لگے گی اور اگر چھوڑ دیں گے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی جائے گی“۔ ”دلوں پر مہر لگانا“ اس بات سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بد بخت لوگوں کے دلوں کو انتہائی غفلت میں مبتلا کر دے گا اور انہیں نصیحت و بھلائی قبول کرنے سے باز رکھے گا۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ان کے حق میں یہی نکلے گا کہ ایسے لوگ خدا کے سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔

جمعہ چھوڑنے والوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

اَنَّ النَّبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِقَوْمٍ

يَتخلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لقد هَمَمْتَ اَن امُرَ
رَجُلاً يُصَلِّى باالنَّاسِ ثُمَّ أُحَرِّقُ عَلٰى رِجَالٍ
يَتَخَلَّفُوْنَ مَنِ الْجُمُعَةُ بُيُوْتَهُمْ.

''سرکار دو عالم ﷺ نے ان لوگوں کے بارے میں جو نمازِ جمعہ پیچھے رہ جاتے ہیں (یعنی نہیں آتے) فرمایا کہ میں سوچتا ہوں کہ میں کسی اور کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر میں (جاکر) ان لوگوں کے گھر بار جلا دوں جو جمعہ کی نماز (بلا عذر) چھوڑتے ہیں۔''

فائدہ

ان تمام احادیث میں نمازِ جمعہ کی جو غیر معمولی اہمیت بیان کی گئی ہے اور اس کے ترک پر جو وعیدیں سنائی گئی وہ کسی توضیح اور تشریح کی محتاج نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب معصیات و منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جن کے نتیجہ میں بندہ اللہ تعالیٰ کی نظر کرم سے گر جائے اور اس کے دل پر مہر لگادی جائے۔ اَللّٰهُمَّ احفظنا

آدابِ خطبہ

خطبہ کے وقت بات چیت کرنے والوں کے لئے وعید

و عن بن عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَاراً وَالَّذِي يَقُولُ لَهُ أَنْصِتْ لَيْسَ لَهُ جُمُعَةٌ.

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

''اور حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ سرتاجِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن اس حالت میں جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو بات چیت میں مشغول ہو تو وہ گدھے کی مانند ہے کہ جس پر کتابیں لاد دی گئی ہوں اور جو شخص اس (بات چیت میں مشغول رہنے والے) سے کہے کہ ''چپ رہو'' تو اس کے لئے جمعہ کا ثواب نہیں ہے۔''

فائدہ

كمثل الحمار کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص اس گدھے کی طرح ہے جس کی پشت پر کتابیں لاد دی جائیں یہ دراصل عالم کے علم پر عمل نہ کرنے سے کنایہ ہے، نیز اس بات سے کنایہ ہے کہ اس شخص نے انتہائی محنت و مشقت برداشت کر کے علم حاصل کیا مگر اس علم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

جو شخص کسی مشغولِ گفتگو شخص کو خاموش ہونے کے لئے کہے اس کو

بھی جمعہ کا ثواب اس لئے نہیں ملتا کہ اس سے ایسا لغو اور بے فائدہ کلام صادر ہوا جس کی ممانعت ثابت ہو چکی ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بیان کی جا چکی ہے۔

خطبہ کے وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ممنوع ہے

وعنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِکَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَ الْاِمَامُ یَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

''اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرتاجِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اگر تم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے یہ بھی کہا کہ ''چپ رہو'' تو تم نے بھی لغو کام کیا۔''

فائدہ

خطبہ کے وقت چونکہ کسی بھی قسم کے کلام اور گفتگو کی اجازت نہیں ہے، اس لئے اس وقت ایسے شخص کو جو گفتگو کر رہا ہو، خاموش ہو جانے کے لئے کہنا بھی اس حدیث کے مطابق ''لغو'' ہے اس سے معلوم ہوا کہ

خطبہ کے وقت مطلقا کلام اور گفتگو ممنوع ہے اگر چہ وہ کلام و گفتگو امر بالمعروف (اچھی بات کے کرنے) اور نہی عن المنکر (بری بات سے روکنے) ہی سے متعلق کیوں نہ ہو ہاں اس وقت یہ فریضہ اشارہ کے ذریعہ ادا کیا جاسکتا ہے، لیکن زبان سے کہنے کی اجازت نہیں ہے۔

آدابِ جمعہ کی رعایت کرنے والوں کے لئے بشارت

وعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی الله تعالیٰ عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِلَغْوٍ فَذَالِكَ حَظُّهُ مِنْهَا وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِدُعَاءٍ فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ اِنْ شَاءَ اَعْطَاهُ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُ وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِاِنْصَاتٍ وَسُكُوْتٍ وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُؤْذِ اَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ اِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَ ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا . رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ.

''اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ سرتاجِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ''جمعہ (کی نماز) میں تین طرح کے لوگ آتے ہیں ایک وہ شخص جو لغو کلام اور بیکار کام کے ساتھ آتا ہے

(یعنی وہ خطبہ کے وقت لغو بیہودہ کلام اور بیکار کام میں مشغول ہوتا ہے) چنانچہ جمعہ کی حاضری میں اس کا یہی حصہ ہے (یعنی وہ جمعہ کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور لغو کلام و فعل کا وبال اس کے حصہ میں آتا ہے) دوسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں دعا کے لئے آتا ہے (چنانچہ وہ خطبہ کے وقت دعا میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی دعا اسے خطبہ سننے یا خطبہ کے کمال ثواب سے باز رکھتی ہے) پس وہ دعا مانگتا ہے خواہ اللہ تعالیٰ (اپنے فضل و کرم کے صدقہ میں) اس کی دعا کو قبول فرمائے یا نہ قبول فرمائے، تیسرا وہ شخص جمعہ میں آتا ہے جو (اگر خطبہ کے وقت امام کے قریب ہوتا ہے تو خطبہ سننے کیلئے) خاموش رہتا ہے اور (اگر امام سے دور ہوتا ہے اور خطبہ کی آواز اس تک نہیں پہنچتی تب بھی خطبہ کے احترام میں وہ) سکوت اختیار کرتا ہے نیز نہ تو وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے اور نہ کسی کو ایذاء پہنچاتا ہے لہٰذا اس کے واسطے یہ جمعہ اس (یعنی پہلے) جمعہ تک جو اس سے ملا ہوا ہے بلکہ اور تین دن زیادہ تک کا کفارہ ہوجائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

یعنی جو کوئی ایک نیکی کرے گا، اس کو اس نیکی کا دس گنا ثواب دیا جائے گا"۔

فائدہ

ان شاء اعطاه و ان شاء منعه.

کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص چونکہ خلافِ ادب اور خلافِ حکم اس وقت دعاء میں مشغول رہتا ہے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو محض اپنے فضل وکرم کے صدقہ میں اس کی دعا کو قبول فرمالے گا ورنہ تو ازراہِ عدل اس کے اس فعلِ بد کی وجہ سے کہ وہ دعاء میں مشغول رہ کر خطبہ سننے سے غافل رہا اس کی دعا قبول نہیں فرمائے گا خطبہ کے وقت دعاء میں مشغول ہونا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے جبکہ دوسرے علماء کے یہاں حرام ہے، مشکوٰۃ کے ایک دوسرے نسخہ میں لفظ یَلْغُوا صیغہ مضارع کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، لیکن صحیح بِلَغْوٍ ہی ہے جیسا کہ یہاں نقل کیا گیا کیونکہ یہ اگلے جملوں کے مطابق ہے۔

وَلَمْ یوذ احدًا: کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں آکر اس نے کسی شخص کو ایذاء اور تکلیف نہیں پہنچائی بایں طور کہ مثلاً نہ تو کسی کو اس کی جگہ سے اٹھایا نہ کسی دوسرے کے جسم کے کسی عضو پر چڑھ کر بیٹھا اسی طرح نہ تو کسی کے مصلے پر اس کی مرضی کے بغیر بیٹھا اور نہ لہسن و پیاز جیسی اشیاء کی بدبو سے کسی کو تکلیف پہنچائی۔

خطبہ کے وقت بیٹھنے کا ایک ممنوع طریقہ

وعنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْحُبْوَۃِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ.

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

''اور حضرت معاذ ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرتاجِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو ''گوٹ مارنے'' سے منع فرمایا ہے۔''

فائدہ

''گوٹ مارنا'' ایک خاص نشست اور بیٹھنے کے ایک مخصوص طریقے کو کہتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اکڑوں بیٹھ کر کپڑے یا ہاتھوں کے ذریعے دونوں گھٹنے اور رانیں پیٹ کے ساتھ ملالی جاتی ہیں۔

خطبہ کے وقت اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ ایسی حالت میں نیند آجاتی ہے جس کی وجہ سے خطبہ کی سماعت نہیں ہوسکتی، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس طرح بیٹھنے والا غنودگی کے عالم میں ایک پہلو پر گر جاتا ہے، یا بیٹھے ہی بیٹھے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا۔

کسی کو اس کی جگہ سے اٹھانے کی ممانعت

عن نَافِعٍ رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما يَقُوْلُ نَهىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وآلهٖ وَسَلَّمَ اَنْ يُقِمَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَقْعَدِهٖ وَيَجْلِسُ فِيْهِ قِيْلَ لِنَافِعٍ فِي الْجُمُعَةِ قَالَ فِي الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سرتاجِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں بیٹھ جائے''۔ حضرت نافع سے پوچھا گیا کہ: کیا یہ ممانعت جمعہ کے لئے ہے؟'' انہوں نے فرمایا کہ: ''جمعہ کے لئے بھی ہے اور جمعہ کے علاوہ بھی''۔''

فائدہ

اس طرز عمل سے منع اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اس سے ایک مسلمان بھائی کو تکلیف پہنچتی ہے، لہٰذا یہ ممانعت کیا جمعہ اور کیا غیر جمعہ ہر موقع سے متعلق ہے۔

نماز جمعہ اور خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

عن انس رضي الله عنهُ قَالَ كَانَ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْد

بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا اشْتَدَّا الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ

يعني الجمعة. (رواه البخاری)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ جب سردی زیادہ ہوتی تو نماز جمعہ شروع وقت ہی میں پڑھ لیتے اور جب موسم زیادہ گرم ہوتا تو ٹھنڈے وقت یعنی گرمی کی شدت کم ہونے پر پڑھتے۔''

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهُ قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا.

(رواه مسلم)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو خطبے دیا کرتے تھے اور دونوں کے درمیان (تھوڑی دیر کے لئے) بیٹھتے تھے، آپ ان خطبوں میں قرآن مجید کی آیات بھی پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت بھی فرماتے تھے، آپ کی نماز بھی درمیانی ہوتی تھی اور اسی طرح آپ کا خطبہ بھی۔''

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ آپ کے خطبہ اور نماز میں نہ بہت طول ہوتا تھا نہ بہت زیادہ اختصار، بلکہ دونوں کی مقدار معتدل اور متوسط ہوتی تھی،

(قرأت کے بیان میں حدیث مبارک پیچھے گزر چکی ہے، جن میں بتلایا گیا ہے کہ جمعہ کی نماز میں آپ اکثر کون کون سی سورتیں پڑھتے تھے)۔

جمعہ کی اذان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر بیٹھ جاتے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بالکل سامنے جو مسجد کا دروازہ تھا وہاں کھڑے ہو کر اذان دیتے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب آپ نے دیکھا کہ لوگ نماز کے لئے دیر سے آتے ہیں تو آپ نے اس اذان سے قبل ایک اور اذان دینے کا حکم دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دور بابرکت میں اور حضرات شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے دور میں تو لوگ وقت سے پہلے جمعہ کے لئے آنے کے عادی تھے اس لئے اذان بالکل خطبہ سے قبل دی جاتی تھی، اس وقت تک عام طور پر سب لوگ مسجد میں ہوتے تھے، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتوحات کی وجہ سے نئے لوگ مسلمان ہوئے اور ان میں عبادات کا وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین والا جذبہ نہیں تھا تو بعض لوگ مسجد میں خطبہ کے دوران آتے، ظاہر ہے بلا عذر شرعی خطبہ سے قبل مسجد میں نہ پہنچنا گناہ ہے اس لئے حضرت عثمانؓ نے یہ اذان

مشروع فرمائی کہ لوگ اسے سن کر مسجد میں آجائیں۔ ان کے بعد پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی یہ اذان ہوتی رہی اور اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا، پھر اس دور سے لے کر آج تک ہمیشہ امت کا اس پر عمل رہا کہ پہلی اذان مسجد سے باہر کہیں دی جاتی ہے اور دوسری اذان امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد امام کے سامنے کھڑے ہو کر دی جاتی ہے۔ چونکہ احادیث میں خلفاء راشدین کے طریقے کی اتباع کا حکم ہے اس لئے اس اذان کو بھی مسنون ہی کہا جائے گا۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا طریقہ بھی سنت ہے

اس حوالہ سے حدیث مبارکہ پڑھئے۔

عن العرباض بن ساريه رضى الله تعالىٰ عنه قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ذات يوم ثم اقبل علينا فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون و وجلت منها القلوب فقال قائل يا رسول الله كأن هذه موعظة مودع فما ذا تعهد الينا فقال اوصيكم بتقوى الله و السمع والطاعة و ان عبدا حبشيا فانه من يعش منكم بعدى فيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى و

سنة الخلفاء المهديين الراشدين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ و اياكم و محدثات الامور فان كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة. (ابوداؤد ۳۹۹۱)

''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر ہمیں ایک پرجوش نصیحت فرمائی جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل ڈرنے لگے۔ تو ایک کہنے والے نے کہا گویا یہ تو الوداع کرنے والی نصیحت ہے، تو آپ ہمیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہوں اور امیر کی بات ماننے اور اطاعت کرنے کا (بھی حکم دیتا ہوں) اگرچہ امیر حبشی غلام ہی ہو اور جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تو اس وقت لازم پکڑنا میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو انہیں مضبوطی سے پکڑے رہنا اور دانتوں سے دبا کر رکھنا اور تم بچو نئے پیدا ہونے والے امور سے اس لئے کہ (دین میں) ہر نیا پیدا ہونے والا کام

بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

فائدہ

اس حدیث سے بڑی وضاحت سے معلوم ہوگیا کہ خلفائے راشدین کے طریقوں کو مضبوطی سے پکڑنا شریعت میں مطلوب ہے اور جمعہ کہ پہلی اذان اس میں داخل ہے۔ اسی وجہ سے امت نے ہمیشہ اس پر عمل کیا اور اسے مضبوطی سے پکڑ کر رکھا۔ لیکن بد قسمتی سے آج کل بعض حضرات اس کو بدعت قرار دینے کے درپے ہیں۔ کتنی بڑی گمراہی ہے کہ جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیں اسے بدعت اور گمراہی کہا جائے۔ اللہ سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ اور ہم سب کو جمعہ کے دن کی خیر و برکت نصیب فرمائے۔ (آمین)

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کاروبار وغیرہ کا حکم

جمعہ کے دن ہر ایسے مسلمان عاقل بالغ تندرست مرد پر جو کسی شہر میں ہو جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام واجب ہے۔ اس کے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا جائز نہیں ...جس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

1۔ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کسی بھی قسم کے کاروبار، تجارت اور خرید و فروخت جائز نہیں لہٰذا جمعہ کی پہلی اذان پر دوکان کو مکمل بند کریں، مالک دوکان اور ملازم سب جمعہ ادا کریں۔

2۔ جمعہ کے دن بعض دوکاندار ایسا کرتے ہیں کہ ان کی دوکان کا ایک فرد ایسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے جہاں جمعہ کی نماز جلدی ہوتی ہے اور وہ آ کر دوکان پر بیٹھ جاتا ہے۔

پھر دوسرا شخص دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے، جہاں نماز جمعہ دیر سے ہوتی ہے اور دوکان برابر کھلی رہتی ہے اور کاروبار جاری رہتا ہے یہ جائز نہیں، ہاں اگر دوکان کے تمام افراد کسی ایسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کریں جہاں نماز جمعہ جلد ہوتی ہے اور پھر آ کر دوکان کھول لیں تو یہ جائز ہے۔

3۔ ملازمت سرکاری ہو یا غیر سرکاری جمعہ کی پہلی اذان کے بعد ملازمت کرنا جائز نہیں اس کو چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام ضروری ہے، البتہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ملازمت کرنا جائز ہے۔

4۔ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اگر کارخانہ یا دوکان یا فیکٹری باہر سے بند کر دیں اور اندر مسلمان کام کرتے رہیں یہ بھی جائز نہیں، سب کو کام چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے ورنہ سخت گناہ ہوگا۔

5۔ اگر کسی مسلمان ملازم کو جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مالک کام کرنے پر مجبور کرے تو مجبور کرنے والا گناہگار ہے اور ملازم پر اس کا کہنا ماننا جائز نہیں... اگر وہ مجبور کرنے سے باز نہ آئے تو ملازم کو چاہئے کہ اس کی یہ ناجائز بات نہ مانے بلکہ جمعہ کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

6۔ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد گلی کوچوں اور بازاروں میں محنت

مزدوری کرنے والوں اور چل پھر کر مال بیچنے والوں ریڑھی اور ٹھیلہ لگانے والوں پر بھی واجب ہے کہ کام بند کر کے نماز جمعہ ادا کریں۔

7۔ اذان جمعہ کے بعد کھانا پینا.... سونا یا کسی سے باتوں میں مشغول رہنا.... یہاں تک کہ کسی اخبار یا کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ..... غرضیکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی تیاری کیلئے مانع بنے جائز نہیں.... صرف جمعہ کی تیاری کے لئے جو کام ہوں.... وہ کئے جا سکتے ہیں۔

8۔ اذان جمعہ کے بعد مرد حضرات کو جن پر جمعہ کی نماز فرض ہے گھر میں نوافل یا ذکر و تلاوت یا کسی اور عبادت میں مشغول رہنا جائز نہیں ...انہیں چاہئے کہ نماز جمعہ کے لئے مسجد میں حاضر ہوں... مسجد میں اگر چاہیں اور موقعہ ہو تو ان عبادات کو انجام دے سکتے ہیں.... مسائل بالا کو غور سے پڑھیں اور عمل کریں۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطاء فرمائے آمین)

وَاٰخِرُ دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

تواضع وانکساری

کے

فوائد وبرکات

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد المؤمنین قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ مرحبا شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

معاف کرنے اور تواضع میں سرفرازی ہے

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہ عنهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ. (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ خیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ عزت کو بڑھاتے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سرفرازی عطا فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہ علٰی ما انعم وعلّمنا ما لم نعلم والصّلٰوۃ علٰی افضل الرسل واکرم وعلٰی آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم۔ اما بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھوْنًا۔ (الفرقان:٦٣)

صدق اللّٰہ العظیم۔

"اور رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی (وانکساری) کے ساتھ چلتے ہیں (تکبر وغرور ان کی چالوں میں نہیں ہوتا)۔"

تواضع وخاکساری اخلاق کا اہم حصہ

تواضع یعنی فروتنی اور خاکساری ان خاص اخلاق میں سے ہے جن کی قرآن وحدیث میں بہت زیادہ تاکید فرمائی گئی ہے، اور

بڑی ترغیب دی گئی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان بندہ ہے اور بندہ کا حسن وکمال یہی ہے کہ اس کے عمل سے بندگی اور نیازمندی ظاہر ہو، اور تواضع اور خاکساری بندگی اور عبدیت ہی کا مظہر ہے، جیسے کہ اس کے بالکل برعکس تکبر کبریائی کا مظہر ہے، اور اسی لئے وہ شانِ بندگی کے قطعاً خلاف اور صرف خدا ہی کے لئے زیبا ہے۔

تواضع کا فائدہ اور تکبّر وغرور کا نقصان

تکبر اور غرور اللہ تعالیٰ کو شدید طور پر ناپسند ہیں اور جس شے کو اللہ تعالیٰ انسان کے لئے ناپسند کرے تو اس کا ناپسند کرنا ہی قطعی دلیل ہے اس حقیقت کی کہ وہ شے انسان کے لئے مُضر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ انسان کا شفیق اور خیر خواہ اور کوئی نہیں۔ تکبر اور غرور کی بنیاد جہالت اور دھوکے پر ہوتی ہے۔ انسان اپنے آپ کو وہ کچھ سمجھنے لگتا ہے جو وہ درحقیقت نہیں ہوتا۔ یہ فریب خوردگی اُسے کردار کے لحاظ سے گھٹیا اور انجام کے لحاظ سے بدنصیب بنا دیتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کبریائی یعنی اپنی بڑائی بیان کرنا ایک ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے۔ انسان بندہ ہے اور اس کی بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ تواضع اور خاکساری اختیار

کرے۔ بندے کی عظمت اسی میں ہے کہ وہ سَر جھکائے رکھے اور انکساری سے کام لے، کیونکہ وہ تمام خوبیاں جن پر انسان فخر کرسکتا ہے اور کرتا رہتا ہے، انتہائی بے ثبات ہیں۔ انسان نے اپنی دولت پر فخر کیا ہے، حسن پر کیا ہے، علمی قابلیت پر کیا ہے، خوش قسمتی پر کیا ہے، حسب نسب پر کیا ہے، مگر ان سب چیزوں کی بے ثباتی کا یہ عالم ہے کہ ایک چوری یا ڈاکہ اُسے کنگال کر جاتا ہے، چیچک کا ایک حملہ اس کے حسن کو فنا کردیتا ہے، حواس کی خرابی اس کے سارے علم کو ختم کردیتی ہے، قسمت کا ایک ہی چکّر اُسے خوش قسمت سے بدقسمت بنادیتا ہے اور حسب نسب کی یہ صورت ہے کہ جن اوصاف نے انسان کے آباؤاجداد کو ''بڑا'' بنایا ہوتا ہے اگر انسان کے اپنے اندر وہ اوصاف نہ ہوں تو اس کا اپنے حسب نسب پر فخر کرنا بسا اوقات اُسے لوگوں کے استہزاء کا ہدف بنادیتا ہے کہ اگر تمہارا باپ سلطان تھا تو ''تراُچہ''۔ خود زندگی کی بے ثباتی کا یہ عالم ہے کہ اِک ذراسی گولی یا دل کا ایک دَورہ اسے ختم کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان اگر ذرا بھی عقل سے کام لے تو وہ سمجھ جائے کہ اس کے لئے عزت کا راستہ یہی ہے کہ وہ حقیقت شناس بنتے

ہوئے تواضع سے کام لے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی بیان فرمایا ہے کہ خدا کے لئے تواضع اختیار کرنا درحقیقت معزز ہونا ہے اور تکبر کا شکار ہو جانا اپنا انجام خراب کرنا ہے۔

تواضع اور تکبّر دونوں کا انجام

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْخِنْزِيْرٍ.

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں برسرِ منبر فرمایا: لوگو! تواضع اور خاکساری اختیار کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے:

جس نے اللہ کیلئے (یعنی اللہ کا حکم سمجھ کر اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے) خاکساری کا رویہ اختیار کیا (اور بندگانِ خدا کے مقابلہ میں اپنے کو اونچا کرنے کے بجائے نیچا رکھنے کی کوشش کی) تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوگا، لیکن عام بندگانِ خدا کی نگاہوں میں اونچا ہوگا۔ اور جو کوئی تکبر اور بڑائی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرادے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل وحقیر ہوجائے گا، اگر چہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوگا، لیکن دوسروں کی نظر میں وہ کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہوجائے گا۔

اہلِ جنّت کون، اور اہلِ دوزخ کون؟

عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلّم اَلاَ اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ اَلَا

اُخبِرُکُمْ بِاَھْلِ النَّارِ کُلُّ عُتُلٍّ جوَاظٍ مُسْتکْبِرٍ. (رواہ البخاری و مسلم)

'' حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو بتاؤں کہ جنتی کون ہے؟ ہر وہ شخص جو (معاملہ اور برتاؤ میں اکھڑ اور سخت نہ ہو، بلکہ) عاجزوں کمزوروں کا سا اُس کا رویہ ہو، اور اس لئے لوگ اس کو کمزور سمجھتے ہوں، اور اللہ کے ساتھ اس کا تعلق ایسا ہو کہ) اگر وہ اللہ پر قسم کھالے، تو اللہ اس کی قسم پوری کردکھائے۔ اور کیا میں تم کو بتاؤں کہ دوزخی کون ہے؟ ہر اکھڑ، بدخو اور مغرور شخص)۔''

فائدہ

اس حدیث میں اہل جنت کی صفت ''ضعیف، متضعَّف'' بتلائی گئی ہے، اس سے مراد وہ ضُعف و کمزوری نہیں ہے جو قوت وطاقت کے مقابلہ میں بولی جاتی ہے، کیونکہ وہ ضعف و کمزوری کوئی قابلِ تعریف صفت نہیں ہے، بلکہ ایک حدیث میں تو صراحۃً فرمایا گیا ہے کہ:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَاَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالیٰ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ.

(صحیح مسلم)

''طاقتور مسلمان خدا کے نزدیک کمزور مسلمان سے
زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔''

بلکہ یہاں ضعیف و متضعّف سے مراد وہ شریف الطبع متواضع اور نرم خو شخص ہے جو معاملہ اور برتاؤ میں عاجزوں اور کمزوروں کی طرح دوسروں سے دب جائے، اور اس لئے لوگ اسے کمزور سمجھیں اور دبالیا کریں

اسی لئے اس حدیث میں ضعیف و متضعّف کے مقابلہ میں عتل، جواظ متکبر کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ تواضع ونرمی اور عاجزی اہل جنت کی صفت ہے، اور غرور واستکبار اور اکھڑپن دوزخیوں کے اوصاف ہیں۔

اس حدیث میں جنتیوں کی صفت میں ''ضعیف متضعّف'' کے ساتھ ایک بات یہ بھی فرمائی گئی ہے کہ اگر وہ بندہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری کردے۔ بظاہر اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مقصد اس طرف اشارہ فرمانا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کے لئے اپنی خودی کو مٹا کر اسکے بندوں کے ساتھ عاجزی اور فروتنی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ اتنا مقرب ہو جائے گا کہ اگر وہ قسم کھالے کہ فلاں بات یوں ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کی لاج رکھے گا، اور اس کی بات کو پورا کر دکھائے گا، یا یہ

کہ اگر وہ بندہ کسی خاص معاملہ میں اللہ کو قسم دے کر اس سے کوئی خاص دعا کرے گا، تو اللہ اس کی دعا ضرور قبول کرے گا۔

جنّت اور جہنّم کا مکالمہ

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِحْتَجَّتِ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَکَبِّرُوْنَ، وَقَالَتِ الْجَنَّۃُ : فِیَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاکِیْنُھُمْ. فَقَضَی اللّٰہُ بَیْنَھُمَا : اِنَّکِ الْجَنَّۃُ رَحْمَتِیْ، أَرْحَمُ بِکِ مَنْ أَشَاءُ وَاِنَّکِ النَّارُ عَذَابِیْ، أُعَذِّبُ بِکِ مَنْ أَشَاءُ، وَلِکِلَیْکُمَا عَلَیَّ مِلْؤُھَا.

(رواہ مسلم)

" حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت اور دوزخ نے باہم جھگڑا کیا۔ دوزخ نے کہا میرے اندر بڑے بڑے سرکش اور متکبر لوگ ہوں گے اور جنت نے کہا میرے اندر کمزور اور مسکین قسم کے لوگ ہوں گے، تو اللہ جل شانہ نے ان کے درمیان

فیصلہ فرمایا کہ: ”اے جنت! تو میری رحمت ہے میں
تیرے ذریعے سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور
اے دوزخ! تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعے
سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم
دونوں کے بھرنے کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔“

فائدہ

اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ:

جس پر میں چاہوں گا رحم کروں گا، اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ یوں ہی جسے چاہیں جنت میں اور جس کو چاہیں جہنم میں بھیج دے گا، بلکہ اس کے لئے اللہ جل شانہ نے اصول وضوابط مقرر کئے ہیں کہ جو نیک اعمال کرے گا تو اللہ اس کو جنت میں اور جو اللہ جل شانہ کی نافرمانی کریں گے تو ان کے لئے جہنم مقدر ہے۔

معاف کرنے اور تواضع میں سرفرازی ہے

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ
: ”مَا نَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰہُ
عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا ، وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ

اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ .

(رواہ مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقہ خیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ عزت کو بڑھاتے ہیں اور جو کوئی اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اسے سرفرازی عطا فرماتے ہیں۔''

فائدہ

مَانَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ .

''صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔''

محدثین اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ صدقہ دینے کے بعد بقیہ مال میں اتنی برکت عطا فرما دیتے ہیں جس سے مال کی ظاہری کمی پوری ہو جاتی ہے اور مزید یہ کہ آخرت میں اس صدقہ پر اللہ کی طرف سے بہترین انعام ملے گا۔

وَمَازَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا .

''اور عفو و درگزر سے اللہ جل شانہ عزت میں اضافہ فرماتا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر میں معاف کرنے والے کولوگ عاجز اور کمزور سمجھتے ہیں مگر اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ اس معاف کرنے کا نتیجہ بالآخر عزت اور سرفرازی کی صورت میں حاصل ہوگا اور آخرت میں بھی اللہ جل شانہ اس کو عزت نصیب فرمائیں گے۔

وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ.

جوصرف اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اسے بلندی عطا فرماتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ تواضع اختیار کرنے میں آدمی کا بظاہر چھوٹا پن ظاہر ہوتا ہے مگر اس کی تواضع میں اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے کہ لوگوں کی نگاہ میں ہم اس کو بڑا بنادیں گے۔

تواضع وخاکساری کی علامات

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں تواضع کی علامت کو بیان فرمایا گیا ہے جو چار ہیں:

۱۔ ملاقات ہونے والوں سے سلام میں پہل کرے۔

۲۔ مجلس میں اعلیٰ مقام کے بغیر بھی وہ راضی رہے۔

۳۔ شہرت اور ریاء سے دور بھاگے۔

۴۔ کسی پر زیادتی اور ظلم نہ کرے۔

دوسرے پر زیادتی وہی شخص کرتا ہے جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے اور جس میں تواضع ہوتی ہے وہ لوگوں پر نہیں بلکہ لوگ اس پر زیادتی کرتے ہیں۔

تواضع ایک اچھے مسلمان ہونے کی پہچان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: یَا اَیُّها الَّذِیْن آمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْف یَأْتِیُ اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ أَذِلَّةٍ علی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ .(سورة المائده: ۵۴)

''اے ایمان والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرمادے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے مؤمنوں کے لئے وہ نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے۔''

فائدہ

قرآن کی یہ آیت خبر دے رہی ہے کہ آئندہ کچھ لوگ مرتد ہو جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات

ہوتے ہی عام عرب مرتد ہو گئے، بعضوں نے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی کی نبوت کو مانا اور بعض لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا۔

فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ.

حضرت علی، حسن بصری، ضحاک اور قتادہ وغیرہ مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ قیامت تک کے آنے والے ہر وہ مسلمان جو قرآنی ہدایات کے مطابق کفر وارتداد کا مقابلہ کریں گے وہ سب اس آیت کے مصداق میں داخل ہوتے رہیں گے۔

یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ.

یہاں سے اوصاف کا بیان ہے جو اس قوم میں ہوں گے پہلا یہ کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہوگا دوسرا یہ کہ وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔

اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ.

تیسرا یہ کہ وہ مسلمانوں پر مہربان ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے سامنے نرم ہوں گے اگر کسی معاملہ میں اختلاف بھی

ہو جائے تو آسانی سے قابو میں آ جائیں گے جھگڑا چھوڑ دیں گے۔

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ.

چوتھا یہ کہ وہ کفار کے معاملہ میں سخت ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ دین کے مخالفین کے مقابلہ میں سخت اور قوی ہیں وہ ان پر قابو نہ پا سکیں گے، یہی مضمون قرآن کی دوسری آیت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ، رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ. (سورة الفتح)

”کہ مسلمان لوگ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔“

تواضع کا تقاضہ کہ لقمہ گر جائے تو صاف کر کے کھا لینا چاہئے

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ قَالَ: وَقَالَ "اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ" وَأَمَرَ أَنْ تُسْلَتَ الْقَصْعَةُ. قَالَ: فَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ. (رواه مسلم)

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس سے مٹی وغیرہ صاف کر کے کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ پیالے کو چاٹ کر کے صاف کیا جائے اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔“

فائدہ

کھانا تین انگلیوں سے کھایا جائے

لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ.

”تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے۔“

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین انگلیوں سے کھانا سنت ہے، الا یہ کہ چوتھی اور پانچویں انگلی ملانا ضروری ہو جائے تو پھر ان انگلیوں کو بھی چاٹ لے۔ پہلے بیچ کی انگلی، پھر اس کے برابر والی پھر آخر میں انگوٹھا۔

اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ.

''جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر لقمہ میں کوئی نجاست و گندگی لگی نہ ہو تو کھالے ورنہ اس کو کتے بلی کو کھلا دے ضائع نہ کرے۔

وَلَايَدَعُهُ لِلشَّيْطَانِ.

''شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔''

بعض علماء فرماتے ہیں یہ حقیقت پر محمول ہے کہ وہ کھالیتا ہے۔ بعض دوسرے علماء فرماتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ جو لقمہ کو ضائع کرے، اس نے گویا اس لقمہ کو حقیر سمجھا تو متکبر لوگوں میں شامل ہو گیا اور متکبرین والے اعمال کرنا شیطانی افعال میں سے ہے۔

تُسْلَتُ الْقَصْعَةُ.

برتن کو چاٹ لے کہ معلوم نہیں جو برتن میں سالن رہ گیا ہے اسی میں برکت ہو تو یہ برکت سے محروم نہیں ہوگا، اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ کی نعمت خواہ مقدار میں کتنی ہی کم کیوں نہ ہو ضائع نہیں کرنا چاہئے اس کی بھی قدر دانی ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مؤمنوں کے ساتھ تواضع اختیار کرنے کی تاکید

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ : وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. (سورۃ الشعراء : ۲۱۵)

"اور مومنین میں سے جو تمہاری اتباع کرنے والے ہیں ان سے تواضع کے ساتھ پیش آیئے۔"

فائدہ

آیت بالا میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خطاب ہے کہ آپ مسلمانوں کے لئے اپنا رویہ نرم رکھیں۔

اِخْفِضْ : معنی ہیں۔ جھکا لینا کہ جب پرندے نیچے اترنا چاہتے ہیں تو اپنے بازوؤں کو نیچے جھکا لیتے ہیں تو یہاں پر بھی بطور کنایہ کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی صحابہ سے نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔

اس خوش اخلاقی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات نہیں سنتے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات سنیں گے اور اللہ ان کو بھی ہدایت نصیب فرمادیں گے۔

اللہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین باتوں کا حکم

وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ أُوْحىٰ اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لاَيَبْغِيَ اَحَدٌ عَلىٰ اَحَدٍ، وَلاَ يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلىٰ اَحَدٍ". (رواه مسلم)

"حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس بات کی وحی فرمائی کہ تم عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور نہ کوئی کسی دوسرے کے مقابلے میں فخر کرے۔"

اہل لغت نے فرمایا "بغی" کا مطلب ظلم وزیادتی اور دست درازی کرنا ہے۔

فائدہ

تَوَاضَعُوْا :

عاجزی اختیار کرو۔ ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے عائشہ! تواضع اختیار کرو، اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔

حضرت حکیم لقمان علیہ السلام کی نصیحت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. (سورۃ لقمان: ۱۸)

وَمَعْنیٰ "تُصَعِّرُ خَدَّكَ لِلنَّاسِ" أَيْ: تَمِيْلُهٗ وَتُعْرِضُ بِهٖ عَنِ النَّاسِ، تَكَبُّرًا.

وَلْمَرَاحُ: اَلتَّبَخْتُرُ.

"اور نہ لوگوں کے لئے اپنا منہ پھیرو نہ زمین پر اترا کر چلو بے شک اللہ جل شانہ ہر تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔"

فائدہ

وَلاَ تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاس.

اس کا معنی یہ ہے کہ اپنا چہرہ لوگوں سے تکبر کے ساتھ نہ پھیرو اور المراح اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں۔

وَلاَ تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ:

صعر: کہتے ہیں، اونٹ کی وہ بیماری جس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے جیسے کہ انسانوں میں لقوہ ہوجاتا ہے جس سے اس کا چہرہ ٹیڑھا ہوجاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے ملاقات اور بات کرتے وقت ان سے منہ پھیر کر بات نہ کرو جو اعراض کرنے اور تکبر کرنے کی علامت ہے۔

وَلاَ تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا.

''زمین پر تکبرانہ چال کے ساتھ نہ چلو کہ اس سے اللہ جل شانہ کی ناراضگی ہوتی ہے۔''

اِنَّ اللّٰهَ لاَیُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ.

''اللہ جل شانہ پسند نہیں فرماتے کسی بھی متکبر اور فخر کرنے والے کو۔''

ایک دوسری روایت میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جبارین (یعنی انتہائی ظالم اور مغرور) میں اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے پھر اس پر وہی عذاب آئے گا جوان پر آیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع وانکساری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے بڑا بنایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو، سب سے افضل، سب سے اعظم، سب سے بڑا، مخلوقات میں جس کی شان سب سے بڑی ہے وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لیکن آپ کی تواضع کا یہ حال تھا کہ جب صحابہ کرام کے ساتھ چلتے تھے تو آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے، بلکہ انہیں میں ملے جلے چلتے تھے، صحابہ خود پاس ادب سے پیچھے ہوجائیں تو دوسری بات ہے، ورنہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ بعض صحابہ سے روایت ہے کہ جب ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے، اور ہمارے برابر بیٹھے ہوتے تو آپ کا زانو ہمارے سے آگے نہیں بڑھتا تھا، اس طرح نہیں بیٹھتے تھے جس سے آپ کی کوئی امتیازی شان معلوم ہو۔ صحابہ کرام کی مجلس میں آپ بیٹھتے تھے تو آنے والے اجنبی شخص کو پوچھنا پڑتا تھا کہ

من محمد فیکم؟ تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ اگر آپ کی کوئی امتیازی شان ہوتی تو آنے والے دیکھ کر ہی یہ سمجھ لیتا کہ یہی وہ صاحب ہیں جن کے لئے میں آیا ہوں، لیکن آپ کی کوئی خاص امتیازی شان نہیں ہوتی تھی، آپ کے پاس ایک شخص آتا ہے، آپ کو دیکھ کر تھرتھر کانپنے لگتا ہے، اس پر ہیبت چھا جاتی ہے، آپ اس سے فرماتے ہیں کہ کیوں ڈرتے ہو؟ میں اسی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت سکھا کر استعمال کرتی تھی۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں، پہلے عیسائی تھے، پھر مسلمان ہوئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ دیکھنا چاہا کہ آپ بادشاہ ہیں یا نبی؟ یعنی آپ کے اندر بادشاہوں جیسی شان ہے یا نبوت کی شان ہے، پہلے وہ عیسائی تھے، نبیوں کے حالات جانتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پاس مجلس میں بیٹھا رہا، جب آپ مجلس سے اٹھ کر چلے تو میں بھی ساتھ ہولیا، ایک گلی میں پہونچے تو ایک بڑھیا عورت جس کے دماغ میں غالباً کچھ کمزوری تھی، اس نے آپ سے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کچھ ضرورت ہے، آپ نے فرمایا کہ تمہیں جہاں بھی ضرورت ہو میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں، میں تمہارے ساتھ چلوں گا، جو تمہاری ضرورت ہوگی پوری کروں گا۔ حضرت عدی بن حاتم نے جب یہ

بات سنی تو فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کے اندر بادشاہت کی شان نہیں ہے، آپ کے اندر نبوت والی شان ہے

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم گھر کے کاموں میں ازواجِ مطہرات کے معاون بنتے

وَعَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: مَاكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالِهٖ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ أَهْلِهٖ. يَعْنِيْ: خِدْمَةِ أَهْلِهٖ. فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلَاةِ. (رواه البخاری)

’’حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے پس جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔‘‘

فائدہ

كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ :

آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔

حدیث بالا کا مفہوم کئی روایات میں آتا ہے ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم گھر میں اپنے کپڑے کو خود ہی سی لیتے تھے اور جوتے کی خود ہی مرمت کر لیتے تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ بکری کا دودھ خود ہی نکالتے تھے اور اپنے کام بھی خود ہی کر لیتے تھے۔

بہر حال ان سب سے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی کمال تواضع و عاجزی کا ذکر ہے گھر کا کام کاج کرنا یہ اسوۂ حسنہ میں سے ہے اس کے کرنے میں آدمی کو عار محسوس نہیں کرنا چاہئے۔

فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ:

''جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔''

اس جملہ میں اشارہ فرمایا کہ گھریلو مصروفیات اتنی بھی نہ کرے کہ

آدمی کو نماز وغیرہ کا ہوش ہی نہ رہے جب اللہ کی عبادت کا وقت آجائے تو پھر سب کچھ چھوڑ دینا چاہیے۔

آپ ﷺ معمولی چیزوں کی بھی ضیافت قبول فرمالیتے تھے

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ دُعِيتُ اِلىٰ كُرَاعٍ اَوْذِرَاعٍ لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِىَ اِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْكُرَاعٌ لَقَبِلْتُ.

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اگر مجھے (بکری وغیرہ) کے پائے یا بازو کے کھانے کی دعوت دی جائے میں ضرور جاؤں گا اور اگر مجھے بازو یا پائے ہدیہ کے طور پر دیئے جائیں تو میں اس کو ضرور قبول کروں گا۔“

فائدہ

لَوْدُعِيتُ اِلىٰ كُرَاعٍ اَوْ ذِرَاعٍ لَأَجَبْتُ:

اگر مجھے پائے یا بازو کے کھانے کی طرف دعوت دی جائے تو میں ضرور اس کو قبول کرلوں گا، اس میں علماء فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تواضع، سادگی اور انکساری کا بیان ہے کیونکہ

پائے اور دست یہ گوشت میں سب سے کم قیمت کے ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ معمولی چیز کی طرف بھی مجھے دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آدمی دوسرے کی تالیف قلب کا خیال رکھے کہ ایک آدمی غریب ہے وہ زیادہ کچھ نہیں کرسکتا تو جو کچھ ہے اس کو قبول کرلیا جائے تاکہ اس کی بھی تالیف قلب ہو جائے وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو بھی سلام کرنے میں پہل فرماتے

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ . (متفق علیه)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر چند بچوں کے پاس سے ہوا تو انہوں نے ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس طرح کرتے تھے۔"

فائدہ

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ عمل مبارک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو سلام کیا، یہ آپؐ کے وصف تواضع، انکساری کا اعلیٰ مظاہرہ ہے اسی سے استدلال کیا جاتا ہے کہ آدمی اپنے ماتحتوں، نوکروں، چاکروں اور غلاموں کو سلام کرے جوان سے سلام کروانا چاہتے ہیں ان میں فخر و غرور کا اظہار ہے اور اتباع سنت سے گریز کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنی شان نہیں جتائی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت فرمایا کرتے تھے اور جنازوں میں شرکت فرماتے تھے اور گدھے کی سواری کر لیتے تھے اور غلاموں کی دعوت قبول فرمالیتے تھے (یہودی قبیلے) بنوقریظہ کے (واقعے کے) دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار تھے، جس کی لگام کھجور کی چھال کی رسّی کی تھی اور اس پر پالان بھی کھجور کی چھال ہی کی تھی۔

(شمائل ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مرّ الظہران (کے علاقے) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم پیلو چن رہے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے کالے (رنگ والے) چنو۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسی بات کر رہے ہیں) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں (میں نے بکریاں چرائی ہیں) اور کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات فرمائی) یا اس سے ملتی جلتی کوئی بات فرمائی۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری تحفہ بھیجی گئی۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنوں کے بل بیٹھے کھا رہے تھے۔ اس پر ایک بدّو نے کہا کہ یہ کیسا بیٹھنا ہے (یعنی بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے ایک خلیق بندہ بنایا ہے، مغرور اور جان بوجھ کر حق کو نہ ماننے والا نہیں بنایا۔

(ابن ماجہ)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے باتیں کیں (اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر مرعوب ہوا کہ ڈر کے مارے) اس کی چھاتی اور مونڈھوں کے درمیان کے حصے کپکپانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ تو اطمینان رکھ، کیونکہ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سکھایا ہوا گوشت کھاتی تھی۔ (ابن ماجہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ہر بلندی کے لئے پستی ہے

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنهُ قَالَ: كَانَتْ نَاقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءُ لاَ تُسْبَقُ، أَوْلاَ تَكَادُ تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلىٰ قَعُوْدٍ لَهُ، فَسَبَقَهَا، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهُ، فَقَالَ: ”حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ. (رواه البخاري)

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اونٹنی عضباء تھی جس سے

کوئی اونٹ آگے نہیں نکل سکتا تھا ایک دیہاتی اپنے اونٹ پر آیا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اونٹنی سے آگے نکل گیا۔ یہ بات مسلمانوں پر بہت گراں گزری یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پہچان لیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ پر یہ بات حق ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی بلند ہوگی اللہ جل شانہ اس کو نیچا پست کردیتے ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ چھوڑ کر دین کی باتیں سکھائیں

وَعَنْ اَبِیْ رِفَاعَةَ تَمِیْمِ بْنِ أُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ : اِنْتَھَیْتُ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَخْطُبُ، فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، رَجُلٌ غَرِیْبٌ جَاءَ یَسْأَلُ عَنْ دِیْنِہٖ لاَ یَدْرِیْ مَادِیْنُہٗ ؟ فَأَقْبَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وَتَرَکَ خُطْبَتَہٗ حَتّٰی اِنْتَھیٰ اِلَیَّ، فَأُتِیَ بِکُرْسِیٍّ، فَقَعَدَ عَلَیْہِ وَجَعَلَ یُعَلِّمُنِیْ مِمَّا عَلَّمَہُ اللّٰہُ، ثُمَّ أَتیٰ خُطْبَتَہٗ، وَاَتَمَّ آخِرَھَا. (رواہ مسلم)

''حضرت ابو رفاعہ تمیم بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے پس میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ایک مسافر آدمی اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے کیونکہ وہ اپنے دین کے بارے میں نہیں جانتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنا خطبہ چھوڑ دیا حتیٰ کہ میرے پاس آئے پھر آپؐ کے لئے ایک کرسی لائی گئی، جس پر آپ تشریف فرما ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دین کے احکامات کی تعلیم دینے لگے جن کا علم اللہ جل شانہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا مجھ سے فارغ ہو کر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور پہلے والے خطبہ کو مکمل فرمایا۔''

فائدہ

رَجُلٌ غَرِيْبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِيْنِهٖ.

''ایک مسافر آدمی اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آنے والا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے تکلف ہوکر دین کا سوال کرلیتا تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور عاجزی معلوم ہوتی ہے۔

وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ.

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ چھوڑ دیا۔''

علماء فرماتے ہیں یہ عام خطبہ کوئی آپ دے رہے تھے وہ مراد ہے جمعہ کا خطبہ نہیں ہے، مگر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر جمعہ کا ہی خطبہ ہوتو جب تک طویل فاصلہ نہ ہوتو کوئی حرج نہیں یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا ہوگا۔

فَأُتِيَ بِكُرْسِيٍّ.

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کرسی لائی گئی۔''

اس کی وجہ علماء یہ فرماتے ہیں کہ پہلے سے بھی مجمع زیادہ تھا تو آپ کرسی پر اس لئے تشریف فرما ہوئے کہ آپ کو دیکھ بھی سب ہی لیں اور آپ کی بات کو بھی سن لیں۔

ثُمَّ أَتىٰ خُطْبَتَهُ.

پھر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا: علماء فرماتے ہیں کہ جب کوئی اسلام میں داخل ہونے کے لئے آئے یا ایمان کے بارے میں کوئی اہم بات معلوم کرنے آئے تو اس کو فوراً بتانا چاہئے۔

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تواضع وانکساری

اپنے آپ کو مٹانے کی بہترین مثال تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں ملتی ہے، محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وَسلم ان کو صدیقیت کی بشارت دیتے ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں ان کے تذکرے فرماتے ہیں، احد پہاڑ سے کہتے ہیں کہ احد! تو کیوں ہلتا ہے؟ تیرے اوپر صدیق ہے، اپنی حیات مبارکہ میں ان کو اپنے مصلے پر نماز پڑھانے کے لئے کھڑا کرتے ہیں، ہجرت کے وقت رفیق سفر بناتے ہیں مگر ان سب کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جب اپنے آپ پر نظر ڈالتے تو کانپ اٹھتے، رو پڑتے اور رو رو کر کہتے، کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا، کاش! میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا، کاش! میں کوئی پرندہ ہوتا، کاش! میں گھاس کا کوئی تنکا ہوتا جسے کوئی جانور ہی کھالیتا۔

ان کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ نبی علیہ السلام نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى مَيِّتٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اِبْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ

''جو شخص چاہے کہ زمین کے اوپر چلتی ہوئی کسی لاش کو
دیکھے تو اس کو چاہیے کہ وہ ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر
صدیق کو دیکھ لے''۔

سبحان اللہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غار میں
اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

کی بشارتیں دیں۔ کیونکہ خواہشات ختم ہوگئی تھیں، ہوائے نفسانی کا نام ونشان نہ رہا تھا، حقیقت انسانیت نصیب ہو چکی تھی، وہ زندہ تو تھے مگر دنیا میں نہیں تھے بلکہ ان کے دل و دماغ عرش کے اوپر پہنچے ہوئے ہوتے تھے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تواضع وانکساری

سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو کیسے مٹایا؟ ایک مرتبہ کسی جہاد سے مال غنیمت آیا، قیدی بھی آئے، آپ نے دیکھا تو خوش ہوئے، اس کے بعد لوگوں سے کہا ذرا منبر کے قریب ہو جاؤ، لوگ منبر کے قریب ہوگئے، پھر آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اپنے آپ کو کہا: ''عمر! تو وہی تو ہے جس کی ماں خشک گوشت چبایا کرتی تھی'' (عرب میں یہ غربت کی علامت ہوتی

تھی کہ جن کو کھانے کا کچھ وافر حصہ میسر نہیں ہوتا تھا وہ بھوک کی شدت کی وجہ سے خشک گوشت چبایا کرتے تھے۔)

یہ بات کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے نیچے اتر گئے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حیران ہوئے کہ ہمیں امیر المؤمنین نے اکٹھا کیا تھا تو کیا یہی کچھ کہنا تھا، بعد میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، حضرت! آپ نے اتنے لوگوں کو اکٹھا بھی کیا کہ بات سنو اور کوئی خاص بات بھی نہیں کی بس یہی کہا کہ عمر! تو اس ماں کا بیٹا ہے جو خشک گوشت چبایا کرتی تھی، آخر کیا وجہ ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، جب قیدی آئے اور مال غنیمت بھی آیا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ عمر! اللہ نے تجھے کیا ہی شان دی ہے کہ تیرے زمانے میں اسلام کو فتوحات حاصل ہو رہی ہیں، میں نے محسوس کیا کہ میرے نفس کے اندر کہیں عجب پیدا نہ ہو جائے، میں نے اس کا یہ علاج تجویز کیا کہ سارے لوگوں کو بلا کر ایک ایسی بات کہہ دی جس نے میرے اندر سے خود پسندی کو ختم کر کے رکھ دیا۔

فائدہ

سبحان اللہ! وہ اپنے نفس کو یوں پامال کرتے تھے، ادھر نفس کے اژدھا نے سر اٹھانے کی کوشش کی ادھر انہوں نے اس کے سر پر چوٹ لگائی، بس ذرا سی بات پر نفس کو دوا پلادیتے تھے، تو معلوم ہوا کہ وہ حضرات اپنے نفس پر ہر وقت نگاہ رکھا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے فضائل ومناقب

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن الخطاب نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان مبارک سے بشارتیں پائیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا ہی شان عطا فرمائی تھی کہ کئی مرتبہ ان کی سوچ وحی الٰہی کے مطابق نکلی۔ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ان کی سوچ پر وحی الٰہی اتری بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کئی مرتبہ ان کی سوچ وحی الٰہی کے بالکل مطابق نکلی۔ ان کے بارے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ.

''اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا۔''

فرمایا:

اَلْحَقُّ يَنْطَلِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ.

''عمرؓ کی زبان پر حق بولتا ہے''۔

فرمایا:

''عمرؓ جس راستے پر گذر جاتا ہے شیطان اس راستے کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تواضع کا ایک اہم واقعہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنے بلند مقامات نصیب فرمائے تھے، اس کے باوجود اپنے بارے میں اتنے محتاط تھے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا حذیفہ! مجھے یہ تو پتہ ہے کہ تمہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منافقین کے نام بتادیئے تھے۔ میں آپ سے منافقین کے نام تو نہیں پوچھتا بس اتنی بات پوچھتا ہوں کہ کہیں عمرؓ کا نام تو ان منافقین میں شامل نہیں ہے۔

فائدہ

اگر ہم ہوتے تو ہم کہتے کہ ہم تو مراد مصطفیٰ ہیں، ہمارے لیے تو محبوب خدا دعائیں مانگتے تھے، دیکھئے تو سہی کہ جنہیں مانگ

کرلیا گیا وہ پروردگار کے حضور اس طرح جھکتے تھے اور اتنے محتاط رہتے تھے کہ پھر بھی پوچھتے تھے کہ کہیں عمرؓ کا نام منافقین میں شامل تو نہیں؟ کیا ہم نے کبھی ایسی نظر اپنی ذات پر ڈالی ہے، نہیں، بلکہ ہماری تو گردنیں تنی رہتی ہیں، آنکھیں کھلی رہتی ہیں ہماری نگاہیں دوسروں کے چہروں پر پڑتی ہیں، ہمیں دوسروں کے عیب تو نظر آتے ہیں مگر اپنی حالت نظر نہیں آتی، کاش! یہ آنکھیں بند ہوتیں، یہ گردنیں جھک جاتیں اور یہ نگاہیں اپنے سینے پر پڑتیں کہ میرے اپنے اندر کیا کیا عیب چھپے ہوئے ہیں، آج اس بات کی شدید کمی ہے۔ اور بہت کمی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک عاجزانہ دعا

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بشارتیں پائیں۔ جن کے بارے میں زبان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنے فضائل بیان کروائے گئے، وہ تہجد کے اوقات میں پروردگار عالم کے سامنے اپنی راز و نیاز کی باتیں کرتے ہوئے اپنے دل کی کیفیات کیسے کھولتے تھے، اس وقت پروردگار عالم کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ایسی دعا مانگتے تھے جو میرے اور آپ کے لئے روشنی کا مینار ہے، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا.

''اے اللہ! مجھے اپنی نگاہ میں چھوٹا بنادے اور مخلوق کی نظر میں بڑا بنادے۔''

اس لئے کہ جب کوئی مخلوق کی نظر میں بڑا ہوگا تو اس کے لئے دعوت وارشاد کا دروازہ کھل جائے گا اور اگر لوگ ہی کسی کو حقیر سمجھیں گے تو وہ دینی فائدہ بھی نہیں اٹھاپائیں گے، آپ نے اس لئے بھی یہ دعا مانگی کہ نفس کہیں پھولنے نہ پائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تواضع وانکساری

ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا، وہ تابعین میں سے تھا اس نے حضرت علیؓ کو نہ پہچانا کیوں کہ مدینہ میں نووارد تھا، لہٰذا اس نے پوچھا

مَنْ اَنْتَ ؟

''آپ کون ہیں؟''

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

''میں نہیں مگر مسلمانوں میں سے ایک آدمی۔''

فائدہ

میرے دوستو! انہوں نے یہ نہ بتایا کہ میں دامادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، میں خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خاوند ہوں، میں سید شباب اہل الجنۃ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا والد ہوں۔

میں باب العلم ہوں، مجھے اسد اللہ کہا گیا، میرے ہاتھ پر اللہ رب العزت نے خیبر فتح کروایا، انہوں نے اپنے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہی، بلکہ اپنی ذات کی نفی کر دی، اپنی شان کی نفی کر دی، اپنے مقام کی نفی کر دی، جب ان اکابرین کا یہ حال تھا تو میں اور آپ کس کھیت کی مولی ہیں کہ ہم دعوے کرتے پھریں کہ ہمیں تو یہ کیفیت اور مقام حاصل ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی تواضع وانکساری

اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اتنی وسیع سلطنت کے مالک تھے۔ جو تین براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی اور وہی مصر، جس کے حاکم ہونے کے باعث فرعون کے غرور اور تکبر کی حد نہ رہی تھی، ان کی سلطنت کا تو یہ ایک ذرا سا حصہ تھا، مگر آپ کی انکساری اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ:

ایک رات آپ ایک عالم رجاء بن حیوۃ سے گفتگو فرمارہے تھے کہ دفعتاً چراغ جھلملانے لگا۔ پہلو ہی میں ایک ملازم سویا ہوا تھا۔ رجاء نے کہا کہ اس کو جگا نہ دوں؟ بولے کہ سونے دو۔ انہوں نے کہا کہ میں خود اُٹھ کر چراغ کو ٹھیک کر دوں۔ فرمایا کہ مہمان سے کام لینا مروّت کے خلاف ہے۔ بالآخر چادر رکھ کر خود ہی اُٹھے۔ برتن سے زیتون کا تیل لیا اور چراغ کو ٹھیک کر کے پلٹے، تو فرمایا کہ جب میں اٹھا تب بھی عمر بن عبدالعزیزؒ تھا اور جب پلٹا تب بھی عمر بن عبدالعزیزؒ ہوں۔

آپ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ اتنی وسیع وعریض سلطنت کے حکمران ہونے کے باوجود اپنے آپ کو عام مسلمانوں بلکہ غلاموں اور کنیزوں سے بھی بالاتر نہیں سمجھتے تھے۔ ایک بار ایک کنیز آپ کو پنکھا جھل رہی تھی کہ اسی حالت میں اُس کی آنکھ لگ گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ دیکھا تو پنکھا لے کر اس سوئی ہوئی کنیز کو جھلنے لگے، وہ جاگی تو سخت پریشان ہوئی۔ مگر آپ نے تسلی دی کہ تو بھی میری طرح انسان ہے، تجھے بھی گرمی لگی۔ اس لئے میں نے چاہا کہ جس طرح تو نے مجھے پنکھا جھلا ہے میں بھی تجھے پنکھا جھل دوں۔

ذرا غور کیجئے کہ ایک چھوٹے سے علاقے کے حکمران نے خدائی کا دعویٰ کیوں کیا اور ایک وسیع وعریض سلطنت کے سربراہ نے

کنیز کو اپنی ہی طرح کا انسان کیوں قرار دیا؟ صرف اس لئے کہ پہلا کم ظرف اور کوتاہ بین تھا، وہ ذرا سی بڑائی کو بھی برداشت نہ کرسکا اور تکبر کا شکار ہوگیا۔ اور دوسرا عالی ظرف اور حقیقت بین تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی لمبی چوڑی سلطنت نے صرف اس کی ذمہ داریوں ہی کو بڑھایا ہوا ہے، جن کے لئے اُس نے کل خدا کے یہاں جاکر جواب دینا ہے۔ یہ سلطنت ان کے دل میں نہ صرف غرور پیدا کرنے سے عاجز تھی بلکہ اس نے اُلٹا ان کے دل کو آخرت کی جواب دہی کے خوف سے اس طرح معمور کر رکھا تھا کہ راتیں روتے اور دعائیں کرتے گزرتی تھیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کو ابدال کا مقام کیسے ملا؟

حضرت بایزید بسطامیؒ ابدال کے مقام پر کیسے فائز ہوئے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ اہل شہر نے کہا کہ کافی دن ہوئے ہیں بارش نہیں ہوئی، لگتا ہے کہ شہر میں کوئی ایسا گناہ گار ہے کہ جس کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش کو روکا ہوا ہے، فرمایا کہ ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ میں نے دل میں سوچا کہ بایزید! اب تمہیں اس شہر میں رہنے کا کوئی حق نہیں، تم ہی وہ گنہگار ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کو روکا ہوا ہے، میں اپنے آپ کو پورے اہل شہر

میں سے سب سے کمتر سمجھ کر شہر سے باہر نکل گیا۔ میرے مالک نے میری عاجزی کو قبول کر کے مجھے ابدال کا مقام عطا فرما دیا۔ سبحان اللہ۔

فائدہ

دیکھا! ہم ہوتے تو کہتے کہ میرے سوا سب گنہگار ہیں، سچی بات یہی ہے کہ جو اپنے کو کمتر سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہی کو برتر بنالیا کرتے ہیں۔

جہنم کی آگ حرام ہوگئی۔ ایک واقعہ پڑھئے

حضرت بایزید بسطامیؒ کے دور میں ایک آدمی فوت ہوا۔ کسی کو خواب میں نظر آیا۔ اس نے پوچھا سنایئے کیا معاملہ بنا؟ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بخشش کردی، اس نے پوچھا، نیکیاں قبول ہوگئیں؟ کہنے لگا، نہیں، ایک چھوٹا سا عمل قبول ہوگیا۔ اس نے کہا کہ بتاؤ تو سہی وہ کونسا عمل ہے، کہنے لگا، ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ جارہے تھے، میں ان کو پہچانتا نہیں تھا، کسی نے مجھے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا ایک ولی جارہا ہے، میں نے ان کو اللہ کا ولی سمجھ کر دیکھا تھا، رب کریم نے فرمایا کہ تم نے میرے ایک پیارے کو میرا پیارا سمجھ کر دیکھا تھا، اس نگاہ کے بدلے ہم نے تم پر جہنم کی آگ حرام کردی۔

فائدہ

سبحان اللہ! جب اپنے آپ کو اتنا کمتر سمجھا تو اللہ نے وہ مقام عطا فرمایا کہ ان کے چہرے پر کوئی محبت کی نظر ڈالتا تھا تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کی بھی مغفرت فرمادیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی تواضع وانکساری

حضرت نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، بڑے اونچے درجے کے عالم تھے، حضرت کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ آپ نے قبول فرمائی، اس شخص کا گاؤں فاصلے پر تھا، لیکن اس نے سواری کا کوئی انتظام نہیں کیا، جب کھانے کا وقت آیا تو آپ پیدل ہی روانہ ہوگئے، دل میں یہ خیال بھی نہیں آیا کہ ان صاحب نے سواری کا کوئی انتظام نہیں کیا، سواری کا انتظام کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال اس کے گھر پہنچے، کھانا کھایا، کچھ آم بھی کھائے، اس کے بعد جب واپس چلنے لگے تو اس وقت بھی اس نے سواری کا کوئی انتظام نہیں کیا، بلکہ الٹا یہ غضب کیا کہ بہت سارے آموں کی گٹھری بنا کر حضرت کے حوالے کردی کہ حضرت! یہ کچھ آم گھر کے لئے لیتے جائیں، اس اللہ کے بندے نے یہ نہ سوچا

کہ اتنی دور جانا ہے اور سواری کا کوئی انتظام بھی نہیں ہے، کیسے اتنی بڑی گٹھری لے کر جائیں گے، مگر اس نے وہ گٹھری مولانا کو دے دی اور مولانا نے وہ قبول فرمالی اور اٹھا کر چل دیئے، اب ساری عمر مولانا نے کبھی اتنا بوجھ اٹھایا نہیں، اب اس گٹھری کو کبھی ایک ہاتھ میں اٹھاتے، کبھی دوسرے ہاتھ میں اٹھاتے، چلے جارہے ہیں، یہاں تک کہ جب دیوبند قریب آنے لگا تو اب دونوں ہاتھ تھک کر چور ہوگئے، نہ اس ہاتھ میں چین، نہ اس ہاتھ میں چین، آخر کار اس گٹھری کو اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا جب سر پر رکھا تو ہاتھوں کو کچھ آرام ملا تو فرمانے لگے:

> ''ہم بھی عجیب آدمی ہیں پہلے خیال نہیں آیا کہ اس گٹھری کو سر پر رکھ دیں، ورنہ اتنی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔''

اب مولانا اس حالت میں دیوبند میں داخل ہورہے ہیں کہ سر پر آموں کی گٹھری ہے، اب راستے میں جو لوگ ملتے وہ آپ کو سلام کررہے ہیں، آپ سے مصافحہ کررہے ہیں اور آپ نے ایک ہاتھ سے گٹھری سنبھالی ہوئی ہے اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کررہے ہیں، اسی حالت میں آپ اپنے گھر پہنچ گئے اور آپ کو ذرہ برابر بھی یہ خیال نہیں آیا کہ یہ کام میرے مرتبے کے خلاف ہے اور میرے مرتبے سے فروتر ہے۔ بہرحال، انسان کسی بھی

کام کو اپنے مرتبے سے فروتر نہ سمجھے، یہ ہے تواضع کی علامت۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تواضع وانکساری

حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی بات سنائے بغیر محفل کا مزہ ہی نہیں آتا، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم وعمل میں بہت ہی بلند مرتبہ عطا کیا تھا۔

اس دور میں شاہ جہاں پور انڈیا میں سال میں ایک مرتبہ تمام مذاہب کے لوگ اکٹھے ہوتے تھے اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے، مسلمان علماء نے سوچا کہ ہم کن کو بلائیں، جب حضرت قاسم نانوتویؒ کا نام سامنے آیا تو سب مطمئن ہوئے کہ اچھا ہے کہ حضرت تشریف لائیں اور دین اسلام کی حقانیت پر بیان فرمائیں، چنانچہ انہوں نے حضرت سے رابطہ کیا، حضرت نے کہا کہ میں مباحثے سے ایک دن پہلے وہاں بذریعہ ٹرین پہنچ جاؤں گا۔ جب ان علماء نے یہ جواب سنا تو وہ مطمئن ہوگئے کہ چلو حضرت تشریف لے آئیں گے۔

جس دن حضرت نے آنا تھا اس دن لوگوں نے ان کے استقبال کی تیاریاں کیں اور اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ حضرت کی باطنی بصیرت کے واقعات مشہور تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ.

"مومن بندے کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور

سے دیکھتا ہے"۔

چنانچہ حضرت نے اپنی باطنی بصیرت سے بھانپ لیا کہ چونکہ لوگوں کو میرے آنے کی اطلاع ہے ایسا نہ ہو کہ وہ استقبال کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔ میں تو پہلے ہی بگڑا ہوا ہوں، میرا نفس کہیں اور نہ بگڑ جائے۔ چنانچہ یہ سوچ کر آپ منزل سے ایک اسٹیشن پہلے ہی نیچے اتر گئے کہ میں اگلے شہر تک کا سفر پیدل طے کرلوں گا۔ تقریباً پانچ میل کا سفر بنتا تھا۔ آپ نے پیدل چلنا شروع کر دیا۔

ادھر جب ٹرین پہنچی تو لوگوں نے دیکھا کہ ٹرین میں تو حضرت تشریف نہیں لائے۔ بہت حیران ہوئے کہ کیا کیا جائے، ان میں سے ایک بڑے عالم نے کہا کہ شہر کے مسافر خانہ یا ہوٹل سے معلومات حاصل کرو کہ کہیں وہاں آ کے ٹھہر نہ گئے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ہوٹلوں میں پتہ کیا تو وہاں بھی قاسم کے نام کا کوئی آدمی نہیں تھا، ایک ہوٹل میں خورشید حسن کا نام نظر آیا۔

ادھر جس اسٹیشن پر حضرتؒ اترے تھے وہاں سے اگلے شہر جب روانہ ہوئے تو راستے میں ایک نہر عبور کرنا پڑی، جب حضرت وہ نہر عبور کرنے لگے تو پاجامہ پانی میں بھیگ گیا، جب اس نہر سے باہر نکلے تو اس وقت کوئی خادم، کوئی شاگرد، کوئی رفیق سفر ساتھ نہیں تھا، اکیلے

جارہے تھے، سبحان اللہ یہ دیوانہ اللہ کی محبت میں فنا ہوکر دین اسلام کا نمائندہ بن کر جارہا تھا۔

جب آپ نہر سے باہر نکلے تو آپ نے اپنی چادر باندھ لی، پاجامے کو اتار لیا، ہاتھ میں چھڑی تھی، سفر کرنا بھی ضروری تھا، خشک ہونے کا انتظار بھی نہیں کرسکتے تھے، چنانچہ اس چھڑی کو کندھے پر رکھ لیا اور اس کے پیچھے اپنا پاجامہ لٹکالیا۔ دین اسلام کا نمائندہ ایک فقیرانہ چال سے جارہا ہے، لوگ استقبال کے لئے جمع ہیں اور یہ فقیر اللہ کی یاد میں مست اپنی منزل کی طرف چل رہا ہے، شہر پہنچ کر آپ نے خورشید حسن کے نام سے ہوٹل میں ایک کمرہ بک کروالیا اور سوچا کہ آج آرام کرلوں، کل مباحثے سے پہلے میں متعین جگہ پر پہنچ جاؤں گا۔

دوسری طرف جب لوگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہوٹل پہنچے تو خورشید حسن کا نام دیکھا، خیال آیا کہ یہ حضرت ہی ہوں گے، انہوں نے ہوٹل والے سے پوچھا کہ یہاں اس کمرے میں کون ہیں؟ اس نے کہا کہ ایک مولانا ہیں، دبلے پتلے اور ہلکے سے ہیں، انہوں نے کہا بس وہی جو دیکھنے میں دبلا پتلا ہے، وہ

بَسْطَةٌ فِي الجسم تو نہیں مگر بَسْطَةٌ فِيْ الْعِلْمِ ضرور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے علم کے اعتبار سے بڑا وزن عطا فرمایا تھا، چنانچہ وہ حضرت کے پاس گئے اور مل کر عرض کیا، حضرت! آپ یہاں پر ہیں اور

ہم تو آپ کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے، حضرت نے فرمایا، ہاں میں بھی اسی لئے یہاں آگیا کہ آپ میرے استقبال کے لئے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے، وہ بڑے حیران ہوئے کہ حضرت یہ کیا فرمارہے ہیں، پھر حضرت نے ان کو عاجزی انکساری کا انمول درس دیا اور بڑی حسرت کے ساتھ اپنے بارے میں فرمایا کہ دو لفظ پڑھ لیا ہے جس کی وجہ سے دنیا جان گئی ورنہ تو قاسم اپنے آپ کو ایسے مٹاتا کہ کسی کو نام کا بھی پتہ نہ چلتا۔

فائدہ

میرے دوستو! جب اپنے دل میں اپنے آپ کو مٹانے کی یہ کیفیت ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اوپر اٹھایا کرتے ہیں، آج جہاں تک علم کا نام رہے گا. قاسم نانوتویؒ کا نام بھی وہاں تک رہے گا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ.

امام ربّانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا واقعہ تواضع

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے متعلق مولانا عاشق الٰہی صاحب

میرٹھیؒ لکھتے ہیں کہ سچی تواضع اور انکسار نفس جتنا امام ربانی میں دیکھا گیا دوسری جگہ کم نظر سے گذرے گا، حقیقت میں آپ اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھتے تھے، بحیثیت تبلیغ جو خدمت عالیہ آپ کے سپرد کی گئی تھی یعنی ہدایت و رہبری اس کو آپ انجام دیتے، بیعت فرماتے، ذکر و شغل بتلاتے، نفس کے مفاسد و قبائح بیان فرماتے اور معالجہ فرماتے تھے، مگر بایں ہمہ اس کا کبھی وسوسہ بھی آپ کے قلب پر نہ گذرتا تھا کہ میں عالم ہوں اور یہ جاہل، میں پیر ہوں اور یہ مرید، میں مطلوب ہوں اور یہ طالب، مجھے ان پر فوقیت ہے، میرا درجہ ان کے اوپر ہے۔

کبھی کسی نے نہ سنا ہوگا کہ آپ نے اپنے ''خدام'' کو ''خادم'' یا مستوسل یا ''منتسب'' کے نام سے یاد فرمایا ہو، ہمیشہ اپنے لوگوں سے تعبیر فرماتے اور دعا میں یاد رکھنے کی اپنے لیے طالبین سے بھی درخواست فرماتے تھے، ایک مرتبہ تین شخص بیعت کے لئے حاضر آستانہ ہوئے، آپ نے ان کو بیعت فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ: ''تم میرے لیے دعا کرو میں تمہارے لیے دعا کروں گا اس لیے کہ بعض مرید بھی پیر کو تیرا لیتے ہیں''۔

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا واقعہ تواضع

امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف

علی صاحب تھانویؒ نے اپنی ایک مجلس میں نقل کیا کہ ایک عیسائی فیلسوف نے لکھا ہے کہ: ''اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ غزالیؒ جیسا محقق اور مدقق اسلام کو حق سمجھتا ہے''۔ یہ واقعہ بیان کر کے حکیم الامتؒ نے فرمایا: ''میں کہتا ہوں کہ میرے زمانے میں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ ایسا محقق اور مدقق عالم اسلام کو حق سمجھتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے''۔

انہی حضرت شاہ صاحبؒ کا واقعہ حضرت مولانا محمد انوری صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ مقدمہ بہاولپور کے موقع پر جب حضرت شاہ صاحبؒ نے قادیانیوں کے کفر پر بے نظیر تقریر فرمائی اور اس میں یہ بھی فرمایا کہ: ''جو چیز دین میں تواتر سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے'' تو قادیانیوں کے گواہ نے اس پر اعتراض کیا:

''آپ کو چاہیے کہ امام رازیؒ پر کفر کا فتویٰ دیں کیونکہ

فواتح الرّحموت شرح مسلّم الثبوت

میں علامہ بحر العلوم نے لکھا ہے کہ امام رازیؒ نے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے، اس وقت بڑے بڑے علماء کا مجمع تھا سب کو پریشانی ہوئی کہ فواتح الرحموت اس وقت پاس نہیں ہے، اس اعتراض کا جواب کس طرح دیا جائے؟ مولانا محمد انوریؒ جو اس واقعے کے وقت موجود تھے، فرماتے ہیں:

''ہمارے پاس اتفاق سے وہ کتاب نہ تھی، مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور اور مولانا مرتضٰی حسن صاحبؒ حیران تھے کہ کیا جواب دیں گے؟''۔

لیکن اسی حیرانی کے عالم میں حضرت شاہ صاحبؒ کی آواز گونجی:

''جج صاحب لکھئے، میں نے بتیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی، اب ہمارے پاس یہ کتاب نہیں ہے، امام رازیؒ دراصل یہ فرماتے ہیں کہ حدیث

''لاتجتمع امتی علی الضلالۃ''

تواتر معنوی کے رتبے کو نہیں پہنچی، لہٰذا انہوں نے اس حدیث کے متواتر معنوی ہونے کا انکار فرمایا ہے، نہ کہ تواتر معنوی کے حجت ہونے کا، ان صاحب نے حوالہ پیش کرنے میں دھوکے سے کام لیا ہے، ان کو کہو کہ عبارت پڑھیں، ورنہ میں ان سے کتاب لے کر عبارت پڑھتا ہوں، چنانچہ قادیانی شاہد نے عبارت پڑھی، واقعی اس کا مفہوم وہی تھا جو حضرت شاہ صاحبؒ نے بیان فرمایا مجمع پر سکتہ طاری ہوگیا اور حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

''جج صاحب! یہ صاحب ہمیں مفحم (لاجواب) کرنا چاہتے ہیں، میں چونکہ طالب علم ہوں، میں نے دوچار

کتابیں دیکھ رکھی ہیں، میں انشاء اللہ مفحم نہیں
ہونے کا''۔

ایک طرف علم وفضل اور قوت حافظہ کا یہ محیر العقول کارنامہ دیکھئے کہ بتیس سال پہلے دیکھی ہوئی کتاب کا ایک جزوی حوالہ کتنی جزرسی کے ساتھ یادرہا، دوسری طرف اس موقع پر کوئی اور ہوتا تو نہ جانے کتنے بلند بانگ دعوے کرتا، لیکن حضرت کا مذکورہ جملہ ملاحظہ فرمایئے کہ وہ تواضع کے کس مقام کی غمازی کررہا ہے؟ اور یہ محض لفظی نہیں وہ واقعۃً اپنے تمام کمالات کے باوصف اپنے آپ کو ایک معمولی طالب علم سمجھتے تھے اور اس دعائے نبوی کے مظہر تھے کہ:

'' اللھم اجعلنی فی عینی صغیراً وفی عین
الناس کبیرا''

حضرت مولانا خیر محمدؒ کا سبق آموز واقعہ تواضع

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ایک مرتبہ درس حدیث دے رہے تھے، دوران تدریس ایک جگہ ایسا اشکال وارد ہوا کہ اس کا حل سمجھ میں نہیں آتا تھا، کوئی ہمارے جیسا ہوتا تو وہ تو ویسے ہی گول کر جاتا، پتہ

ہی نہ چلنے دیتا کہ یہ بھی کوئی حل طلب نکتہ ہے یا نہیں، طلباء کو کیا پتہ، وہ تو پڑھ رہے ہوتے ہیں، یہ تو استاد کا کام ہے کہ بتائے یا نہ بتائے، مگر وہ حضرات امین تھے، یہ علمی خیانت ہوتی ہے کہ استاد کے ذہن میں خود اشکال وارد ہو، جواب بھی سمجھ میں نہ آئے اور طلباء کو بتایا بھی نہ جائے، ان حضرات سے تو وہ خیانت ہوتی نہیں تھی، چنانچہ آپ نے طلباء کو برملا بتادیا کہ اس مقام پر یہ اشکال وارد ہو رہا ہے مگر اس کا حل سمجھ میں نہیں آرہا، کافی دیر تک طلباء بھی خاموش رہے اور حضرت بھی خاموش رہے، آپ بار بار اس کو پڑھ رہے ہیں، کبھی صفحے الٹ رہے ہیں اور کبھی اس کا حاشیہ دیکھ رہے ہیں، مگر اس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آرہا۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو بات سمجھ نہیں آرہی، چلیں میں فلاں مولانا سے پوچھ لیتا ہوں۔ یہ وہ مولانا تھے جو حضرت سے ہی دورۂ حدیث پڑھ چکے تھے، وہ حضرت کے شاگرد تھے، اپنے شاگردوں کے سامنے ان کا نام لیا کہ میں ذرا ان سے پوچھ لیتا ہوں، چنانچہ آپ اٹھنے لگے، اتنے میں ایک طالب علم بھاگ کر گیا اور اس نے جا کر مولانا کو بتادیا کہ حضرت آپ کے پاس اس مقصد کے لئے آرہے ہیں۔ مولانا اپنی کتاب بند

کر کے فوراً حضرت کے پاس پہنچے۔ حاضر ہو کر عرض کیا، حضرت! آپ نے یاد فرمایا ہے، فرمایا: ہاں مولانا! یہ بات مجھے سمجھ نہیں آرہی۔ دیکھو کہ اس کا حل کیا ہے، انہوں نے پڑھا اور سمجھ تو گئے مگر بات یوں کی، حضرت! جب میں آپ کے پاس پڑھتا تھا تو آپ نے ہمیں یہ سب پڑھاتے ہوئے اس مقام کو اس وقت یوں حل فرمایا تھا اور آگے اس کا جواب دے دیا، اب دیکھیں کہ اپنی طرف منسوب نہیں کیا کہ جی میرا تو علم اتنا ہے کہ اب استاد بھی مجھ سے پوچھنے آتے ہیں۔ ناں، ناں وہ صحبت یافتہ تھے، تربیت یافتہ تھے اس کو کہتے ہیں مٹنا۔ انہوں نے بھی اپنے آپ کو مٹا دیا تھا۔

آخری بات یہ کہ

قرآن کریم میں انسان کو اس حقیقت سے بھی مطلع فرمایا گیا ہے کہ اس کی عمر کا ہر لمحہ جو گزرتا جارہا ہے، اسے اس کے رب کے قریب سے قریب تر کیے جارہا ہے، جس نے اس کا سب کیا دھرا اس کے ہاتھ میں دے دینا ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَـٰنُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ

كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ. (الانشقاق: ٦)

''اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا

جارہاہےاوراُس سے ملنے والا ہے۔''

اب جو ہستی ایک ادنیٰ چیز سے پیدا کی گئی ہے، بڑی کمزور ہے، اس میں ناپسندیدہ اوصاف بھی موجود ہیں اور عنقریب اس نے اپنے خالق کے حضور میں حاضر ہوکر اپنے اعمال کا جواب بھی دینا ہےاس کے لئے فخر میں آجانے کا کیا جواز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تواضع عطا فرمائے فخر وغرور سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

اصلاحی دروس

جلد اول

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب

عاصم عبداللہ

اصلاحی دروس

جلد دوم

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب

عاصم عبداللہ